DISCUSSIONS OF SUFISM IN THE LIGHT OF "FATUH AL-GHAIB": AN EXPLORATORY AND ANALYTICAL STUDY

"فتوح الغیب" کی روشنی میں مباحث تصوف:ایک تحقیق و تجزیاتی مطالعہ

1. Allah Dita	2. Dr.Munawar Hussain Cheema
Ph D scholar Department Of Islamic Studies ,Gift University Gujranawala	Assistant Prof.Department Of Islamic Studies ,Gift University Gujranawala
Email: Aaijaz334@gmail.com	**Email:** drmunawarcheema959@gmail.com

To cite this article:

1. Allah Dita 2. Dr.Munawer Hussain . Jan – June (2024) Urdu

"فتوح الغیب" کی روشنی میں مباحث تصوف:ایک تحقیق و تجزیاتی مطالعہ

Al-Bahis Journal of Islamic Sciences Research, *1*(2),227-247 Retrieved from https://brjisr.com/index.php/brjisr/article/view/14

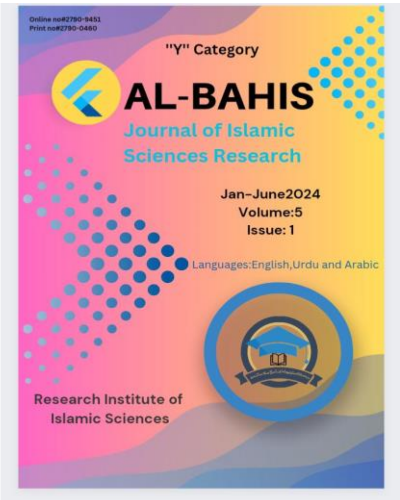

Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)

OPEN ACCESS

”فتوح الغیب“کی روشنی میں مباحث تصوف:ایک تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ

DISCUSSIONS OF SUFISM IN THE LIGHT OF "FATUH AL-GHAIB": AN EXPLORATORY AND ANALYTICAL STUDY

Abstract

Islam is the most perfect and comprehensive message of mercy from God to His servants, the sponsor of all human needs, mental and intellectual, moral and social, physical and spiritual, individual and collective, and the guarantor of progress in every field of life. Knowledge education is its main goal, which he emphasized especially and its sources and resources were described with such comprehensiveness that there was no room for any kind of change, modification, reduction, or addition in them. Islam is the straight path to the rise of the enlightened world, discrediting all kinds of tarika. Propagation and preaching of this religion is a very important duty that has been entrusted to the Ummah Muhammadiyah ﷺ and the Ummah Muhammadiyah ﷺ is the best Ummah. That is why it has been declared that he has been entrusted with the responsibility of propagating and spreading the religion. So that the Ummah Muhammadiyah ﷺ can be purified. Sufis are those people who are free from greed and lust without fear or danger. Are these preachers of Islam, whose intellectual and wisdom resulted in countless people being converted to Islam and countless dark hearts enlightened by the light of guidance? So, we have turned our backs and made discoveries and miracles the subject. Today, in the era of chaos and greed, there is a dire need to bring these pure inner and spiritual sources of blessings and Sufism to bring forth (Mansa Shahud).

Acquiring the knowledge of Allah Ta'ala is the basic duty of every Muslim, while the saints are the favorite servants of Allah Ta'ala, without a doubt, their endeavors are to use their knowledge and experiences in order to obtain divine knowledge and so the souls of humanity Can be purified.

The various aspects of the blessed life of Sheikh Abdul Qadir Jilani (may Allah have mercy on him) are a guide for the people of Islam, its Reading, listening, and understanding his pure and bright life, Mujahidah, practical life and struggle for uplifting and purifying islam in its original condition which was his life goal is very important for the seeker of right path and Faith, and reforming beliefs, serving the Almighty and bringing the servants of God to the right path, making them a hero of Islam, and reviving the religion are considered to be their distinguishing features.

Fatuh ul Ghaib, whose every word is full of knowledge and every treatise is a boundless ocean of captivity, he has described in it the absolute truth of Towhead and the Prophethood, , the requirement of faith, human being soul necessities from body to soul, and all kinds of mystical and spiritual confabulation. In this research paper, in the light of his book Fatuh ul Ghaib, it will be clarified that what are its primordial debates of tassw’uf and how valuable, efeective, productive and constructive is the use of them for Muslims in the prospective of their daily religiously, spiritually and hereafter life.

Key words: Fatuh ul Ghaib, primordial debates of tassw'uf, Sheikh Abdul Qadir Jilanil

اسلام خدا کی طرف سے بندوں کے حق میں کامل ترین وجامع ترین پیام رحمت ہے انسان کے ذہنی وعقلی ،اخلاقی و معاشرتی، جسمانی و روحانی،انفرادی واجتماعی تمام ضرورتوں کا کفیل اور ہر شعبہ حیات میں ترقی کا ضامن ہے، خدا رسی و خدا شناسی کی تعلیم اس کا اصل مقصود ہے جس پراس نے خاص طور پر زور دیا اور اس کے ذرائع و وسائل اس جامعیت کے ساتھ بیان کئے کہ ان میں کسی قسم کے تغیر و ترمیم تخفیف و اضافہ کی گنجائش نہیں چھوڑی ۔ اسلام ہی وہ شاہراہ مستقیم ہے جس نے مطلع عالم پر طلوع ہو کر ہمہ قسم تاریکیوں کو کافور کر دیا۔اس دین قیم کی تبلیغ واشاعت بڑااہم فریضہ ہے جوامت محمدیہ ﷺ کو سونپا گیا ہے اور امت محمدیہ کو بہترین امت ہی اس لیے قرار دیا گیا ہے کہ اسے تبلیغ واشاعت دین کی ذمہ داری سونپی گئی ہے تاکہ امت محمدیہ ﷺ کا تزکیہ ہو سکے۔صوفیاء کرام وہ ہستیاں ہیں جنہوں نے حرص و ہوس سے آزاد ہو کر بلا خوف و خطر لومۃ لائم کلمہ حق بلند کیا یہ مبلغین اسلام جنکی حکمت ودانائی سے ہر دعوت کے نتیجے میں ان گنت لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور بے شمار تاریک دل نور ہدایت سے منور ہوئے ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم نے ان صلحائے امت اور اصفیائے دین و ملت کے حقیقی کارہائے نمایاں کو پس پشت ڈال دیا ہے اور کشف و کرامات کو موضوع بنا لیا ہے آج افراتفری اور حرص و حوس کے دور میں اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ ان پاکیزہ باطن اور روحانی فیوض و برکات کے سرچشموں کی بلحاظ تصوف تصوفانہ تعلیمات کو منصہ شہود پر لایا جائے اللہ تعالی کی معرفت کا حصول ہر مسلمان کا بنیادی فریضہ ہے جبکہ اولیاء اللہ اللہ تعالی کے پسندیدہ بندے ہیں بلاشبہ ان کی مساعی جمیلہ اس بات کی غماز ہے کہ ان کے علم و تجربات سے استفادہ کیا جائے تاکہ معرفت الہی حاصل ہو اور انسانیت کے نفوس کا تزکیہ ہو سکے۔

یہ موضوع بنیادی طور پر اس سوچ سے ابھرتا ہے کہ آپ جسے جاننا چاہتے ہیں اُسے اُسکے تمام محاسن اور تمام صفات سے جاننے کی کوشش کرتے ہیں اگر کسی ایک پہلو سے خاصی عقیدت اور لگاؤ ہو اور اس سے متعلق معلومات لے لیں اور دیگر پہلوؤں سے چشم پوشی سے کام لیں تو اس شخصیت کے جاننے کا حق ادا نہیں ہوتا اور نہ ہی اس سے کماحقہ اخذ فیض ہو سکتا ہے معاصر اہلِ تصوف کے ہاں جو عملی و علمی ضعف واقع ہوا ہے وہ کچھ اسی طرح کے رویوں اور طرز عمل کا استنتاج ہے کہ لوگ جن سے محبت وعقیدت کا تعلق رکھتے ہیں اُن سے محض چشم آشنا ہی کو کافی تصور کر لیتے ہیں کہ جبکہ اُن کے فکر و عمل کے دیگر دوسرے پہلوؤں سے طرز تغافل اپنا لیتے)ہم ان کے نام لیوا و اہلِ ارادت ہیں(ہیں - اِس تعامل کے سبب سے ہی تصوف میں فرضی صوفیوں کی گم گشتگی و بے علمی و عملی اور غیر حقیقی پیروں، فقیروں اور صوفیوں کی کثرت پیدا ہوئی جو تصوف کے نام پر حقیقی تصوفانہ تعلیمات کی بدنامی کا باعث بنے اور حقیقی تصوف کے چشمہ صافی کو مکدر کر دیا -

شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃاللہ علیہ متوفی ۵۶۱ھ کی حیات مبارکہ کے مختلف گوشے مسلمانوں کی علمی و عملی اور روحانی تربیت کے حوالے سے ایک مشعل راہ کی حثیت رکھتے ہے آپ کی منور و معطر حیات اور عملی زندگی و تحریک احیائے دین جو آپ کی زندگانی کا نصب العین بھی تھا کا سننا،پڑھنا، اور اسکی تفہیم حاصل کرنا طالبان راہ تصوف وسلوک لئے انتہائی ضروری معلوم ہوتا ہے۔اصلاح عقائد،ایمانیات، تصوف، اللہ کی بندگی کا درس اور بندگان خدا کو جادہ مستقیم پر لانا، اسلام کا شجیع بنانا، احیائے دین کے لیے سعی کرنا ان کا ایک امتیازی اختصاص شمار ہوتا ہے۔[1]

"فتوح الغیب" شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃاللہ علیہ متوفی ۵۶۱ھ کی تصنیف ہے جسے انہوں نے اپنے صاحبزادے کی تعلیم وتربیت کے لیے ترتیب دیا تھا اس کو ۷۸ مقالات کی شکل میں بیان کیا گیا جو مختلف مواقع پر انہوں نے ارشاد فرمائے ہر مقالہ مضامین قرآنی اور اسرار طریقت کا حامل اور معرفت کا عکاس ہے

[1] یزدانی، محمد حنیف۔ مرشد جیلانی کے ارشادات حقانی۔ چیچہ وطنی، مکتبہ نذیریہ 1969، ص14
Yazdani, Muhammad Hanif. Murshid Jilani ke Irshadat Haqqani. Chichawatni, Maktaba Naziriya 1969, Pg 14

جس میں توحید ورسالت کی حقیقت کا عرفان، تقاضائے ایمان، توکل وایقان، انسان کا مرتبہ جسم وجان اور تصوف کے روحانی وعرفانی مباحث کو اس کتاب میں مزین کیا گیا جس سے ایمان کو تازگی نصیب ہونے کے ساتھ ساتھ صحیح عقائد واعمال کا فہم بھی حاصل ہوتا ہے اس تحقیقی مقالہ میں آپ کی معرکۃ آرا کتاب "فتوح الغیب" کی روشنی میں واضح کیا جائے گا کہ اس کے بنیادی مباحث تصوف کیا ہیں اور ان سے اِستفاضہ مسلمانوں کے لئے کس قدر وقعت و اہمیت کا حامل اور دین و دنیا کے لئے نفع بخش ہے۔[2]

"فتوح الغیب" کی روشنی میں مباحث تصوف

اوامر شرعیہ کی فرماں برداری ، نواہی شرعیہ سے بچنا

تعلیمات تصوف میں جس چیز کو اولین مراتب میں شمار کیا جاتا ہے وہ ہے اوامر شرعیہ کی فرماں برداری ، نواہی شرعیہ سے بچنا اور رب تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہنا۔اس کے بارے میں تعلیم دیتے ہوئے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہر مومن کے لیے تمام حالات میں تین چیزیں نہایت ضروری ہیں، جن کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔اول یہ کہ خداوند تعالیٰ کے اوامر واحکام کی پوری پوری فرماں برداری کرے۔دوم یہ کہ اُس کے نواہی یعنی رو کے ہوئے کاموں سے پر ہیز کرے۔سوم یہ کہ تقدیر و قضائے الٰہی پر راضی ہو جائے[3]"

فی الحقیقت یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ تعلیمات شریعت کی کما حقہ پیروی ہی ایک مسلمان/سالک وراہ تصوف کے لیے قرب الٰہی ورضائے الٰہی کا زینہ ہے اور شریعت ہی کی اتباع واطاعت دنیوی واخروی فلاح ونجات کا شاخسانہ ہے۔[4]

اسی طرح شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فتوح الغیب کے مقالہ نمبر 2 میں اتباع سنت اور ترک بدعت کی تلقین کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"سنت محمدیہ ﷺ کی پیروی کرو اور بدعات پیدا نہ کرو جو دین میں موجود نہ تھیں، اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت اور فرماں برداری کرو اور اُن کے حکم سے قدم باہر نہ رکھو اور موَحِدّ بن جاؤ اور مشرک نہ بنو اور خداوند تعالیٰ کو ہر عیب و نقصان سے پاک و منزہ سمجھو۔اُس پر ایسی چیز کی تہمت مت لگاؤ جو اُس کی ذات کے لائق نہ ہو اور دین اسلام کی تصدیق کرو اور اسی پر یقین رکھو اور اس دین میں کسی قسم کا شک نہ لاؤ۔مصیبت میں صبر اختیار کرو، ثابت قدم رہو اور نا امید ہو کر بھاگ نہ جاؤ، اور ہمیشہ اُس کے رحم وفضل کے طلب گار رہو اور اُس کی ذات کے آگے سوال کرنے میں کسی قسم کا ملال یا عار نہ سمجھو اور انتظار کرتے رہو (حتی کہ دعا قبول ہونے اور مہربانی کے ظاہر ہونے کا وقت آجائے) اور مایوس و نا امید نہ ہو".

تصوف میں بنیادی طور پر تزکیہ نفس اور تعلق باللہ کے قیام واستحکام پر زور دیا جاتا ہے ایک صوفی سے یہ مطلوب ہوتا کہ وہ اپنے نفس کے اندر پائے جانے والے اخلاق رزائلہ سے خود کو پاک صاف کر کے مومنانہ ورحمانی اوصاف سے خود کو مزین کرے الغرض ہر اس صفت سے خود کو مامور کرنے کا خواہ ٹھہرے جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ تعلق کو مضبوط ومستحکم کرنے میں ممد ومعاون ثابت ہو فتوح الغیب جس چیز پر سب سے زیادہ تاکید ملتی ہے وہ اطاعت و اتباع شریعت ہے شریعت سے بڑھ کر کوئی چیز نفس انسانی کا تزکیہ نہیں کر سکتی لہذا ایسا تصوف جو شریعت کی پابندی سے اعراض پر مبنی ہو کسی صورت قبول نہیں اور نہ ہی یہ اسلامی تصوف کے اوصاف میں شامل ہے جبکہ عصر حاضر کا مشاہدہ یہ واضح کرتا ہے کہ اکثر مدعیان تصوف کے مراکز تصوف جو مصنوعی صوفیت کا

[2] خلیل، محمد صادق، افکار صوفیہ۔فیصل آباد، ضیاء السنہ، 1998، ص18

Khalil, Muhammad Sadiq. Afkar Sufiya. Faisalabad, Zia-ul-Sunnah, 1998, Pg 18

[3] جیلانی شیخ عبدالقادر، فتوح الغیب، لاہور، مطبع علی فرید پرنٹرز، ۲۰۰۷ء ص ۹

Jilani, Sheikh Abdul Qadir. Futooh-ul-Ghaib. Lahore, Matba Ali Fareed Printers, 2007, Pg 9

[4] حارث، فہد، دین تصوف، لاہور، حارث پبلیکیشنز، 2019، ص28

Harith, Fahad. Deen-e-Tasawwuf. Lahore, Harith Publications, 2019, Pg 28

لبادہ زیب تن کیے ہوئے ہیں نہ ان کی وضع قطع سے شریعت کی بالا دستی واضح ہوتی ہے اور نہ ان کے قول و فعل اور کردار اس کے شاہد ہیں اور نہ ہی ان کے موئذین و مریدین میں اس کی پاسداری دیکھنے کو ملتی ہے در حقیقت دیکھا جائے تو یہ تصوف کی تعلیمات سے ہی بے خبر نظر آتے ہیں جبکہ تصوف اخلاص کے ساتھ پابندی شریعت کے علاوہ کچھ نہیں۔

دنیائے تصوف میں شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃاللہ علیہ کی بات دلیل اور استناد کی حثیت رکھتی ہے فتوح الغیب میں آپ نے باپندی شریعت اور اس کے التزام کی تاکیداً تعلیم فرمائی ہے شریعت سے سر مو انحراف کو زندیقیت سے تعبیر کیا ہے جیسا کہ وہ اپنے واعظوں میں بار بار فرماتے تھے کہ: كل حقيقة لا تشهد لها الشريعة فهي زندقة[5] فتوح الربانی مجلس ۲۲ "جو حقیقت شریعت سے ثابت نہ ہو وہ زندیقیت ہے"

مخلوقات، ہوا اور ارادہ سے فانی ہونے کے مراتب

ایک سالک یا راہ تصوف و سلوک کے مسافر کو کس نہج پر ہونا چاہیے یعنی مخلوقات، ہوا اور ارادہ سے فانی ہونے کے مراتب " معنوی موت" کے باب میں لکھتے ہیں:"اے سالک! جب تو خلقت سے فانی ہو جائے (یعنی ہر حال میں خلقت کی مدح وذم، دینے اور نہ دینے ،مدد کرنے یا نہ کرنے کی تجھے پر داد امید نہ رہے) تو تجھے خداوند جل وعلا کی بارگاہ عالیہ سے آواز دی جاتی ہے اور بذریعہ الہام کہا جاتا ہے کہ خداوند تعالیٰ تجھ پر رحمت فرمائے اور تجھے نفسانی خواہشات سے مار ڈالے اور فانی کر دے، اور جب تو اپنی خواہشات سے مرجائے، تو پھر (اسی طرح) کہا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ تجھ پر رحمت فرمائے اور تجھے تیرے ارادے اور باقی خواہشات سے مارڈالے، اور جب تو اپنے ارادے اور آرزو سے فانی ہو جائے تو تجھے کہا جاتا ہے، کہ خدا تعالیٰ تجھ پر رحمت فرمائے اور زندہ و باقی رکھے، (کیونکہ جب بندہ اپنے آپ سے بالکل فانی ہو جائے تو اپنے مولا کے ساتھ اُس کو بقا نصیب ہوتی ہے'۔

انسان جب خلقت سے فانی ہونے کے مقام تک پہنچتا ہے تو وہ خود کی ذات سے فنا ہو جاتا ہے اس کا مزاج اور عقل و فہم اور شعور کے تمام احساسات محض اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لیے خاص ہو جاتے ہیں اور اس کی زندگی کے تمام عوامل سراپا خیر بن جاتے ہیں وہ زمین پر اللہ کی رحمت کا عکس اور معاشرے کے لیے باعث افتخار بن جاتا ہے[6]۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

'' جَآءَ ٱلۡحَقُّ وَزَهَقَ ٱلۡبَٰطِلُ''[7] حق آیا اور باطل گیا گزرا ہوا''

لہذا ایسا شخص باطل کے تمام مندرجات سے خود کو پاک و منزہ کر لیتا ہے اور محض حق ہی اس کا مرکز و محور قرار پاتا ہے اور سالکین حق کے لیے یہ وہ واحد راستہ ہے جس سے وہ حق تک پہنچتے ہیں اور منازل سلوک و تصوف میں ترقی کرتے جاتے ہیں.

دنیا کا حال اور اس سے عدم التفات کی ترغیب

دیتے ہوئے سالک کو خطاب فرماتے ہیں:

---

5 فتوح الربانی مجلس ۲۲

Futooh al-Rabbani, Majlis 22

6چشتی، توصیف سلیم۔ تاریخ تصوف۔ لاہور، علما اکیڈمی محکمہ اوقاف پنجاب، 1992، ص23

Chishti, Tauseef Saleem. Tareekh-e-Tasawwuf. Lahore, Ulama Academy, Auqaf Department Punjab, 1992, Pg 23

7 القرآن ۱۷: ۸۱

Al-Quran 17: 81

”پس تو بھی دنیا میں اس طرح ہو جا کہ جب تو اسے دیکھے، تو اُس کی زینت سے اپنی آنکھیں بند کر لے اور اُس کی شہوات ولذات کی بدبو سے، جو ارد گرد پھیل رہی ہے، اپنی ناک ڈھانپ لے تا کہ تو اُس سے اور اُس کی آفتوں سے نجات حاصل کر لے اور تجھے دنیا میں سے تیرا وہ حصہ مل جائے“

مزید مخلوق سے فنا ہونے اور التفات نہ کرنے کے سلسلے میں اور راہ سلوک و معرفت کے طالبان کی تربیت کے ضمن میں ارشاد فرماتے ہیں:

”اے سالک! مخلوقات سے فنا ہو جا، اور خدا تعالیٰ کے حکم کی طرف توجہ کر (کیونکہ خدا تعالیٰ کی سلطت میں اُس کے حکم کے بغیر کسی کا کوئی دخل نہیں ہے) اور اپنی خواہشِ نفسانیہ سے فنا ہو کر اللہ تعالیٰ کے امر کی طرف آجاء (یعنی تیر انفس شریعت کے تابع ہو جائے) اور اپنے ارادہ سے فنا ہو کر خداوند تعالیٰ کے ارادہ اور فعل کی طرف رجوع کر (تا کہ اللہ تعالیٰ کے فعل وارادہ کے مقابلہ میں تیرا کوئی ارادہ نہ رہے) پھر اس وقت تو اس قابل ہو جائے گا کہ تو خدا تعالیٰ کے علم کے لیے برتن بن جائے گا اور اس کا علم لدنی تجھ میں محفوظ رہے گا“

اپنے نفس وہوااورارادہ سے دستبردار ہونے کی تاکید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”اے سالک! اپنے نفس کی خواہش اور اُس کی متابعت سے باہر نکل اور اس سے علیحدہ ہو جا، اور اپنی ذات کی بادشاہی سے بیگانہ ہو (یعنی جہاں تیر انفس حکمرانی کرتا ہے، وہاں سے کنارہ کر اور سب کچھ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے، پس تو اپنے دل کے دروازہ پر خداوند کا چوکیدار بن جا اور جس کے داخل کرنے کا وہ مجھے حکم دے، اُسے (اپنے دل کے اندر) داخل کرنے میں اُس کے حکم کی تعمیل کر، اور جس کے روکنے کا وہ مجھے حکم دے تو اُسے (اپنے دل سے) روکنے میں اُس کا تماعی حکم مان، اور خواہش نفسانی کے نکل جانے کے بعد اُسے اپنے دل میں داخل نہ کر۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ راہ سلوک و تصوف کے مسافر کے لیے ضروری ہے کہ وہ نفس، شیطان اور دنیا سے اس طرح معرکہ آرائی کرے کہ کوئی شے ان میں سے ہمارے دین کے لیے خطرے کا باعث نہ ہو اور نہ ہی اس کا خدشہ پیدا ہو چاہے نفسانی خواہشات ہوں ہو یا وساوس شیطانی یا پھر دنیا کی رنگینیاں؛ راہ حق کا طالب ان سے خود کو اس طرح بلند کرلے کہ ان چیزوں میں سے کوئی چیز اسے اپنے دام فریب میں نہ پھنسا سکے اور یہ تبھی ممکن ہے جب اس کی ذات کا مرکز و محور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات قرار پائے گی اور اس کے ہر کام کا محرک رضائے الٰہی کا حصول ہو گا جب ایسی رفعت حاصل ہو جاتی ہے یعنی جب انسان ان تین چیزوں نفس، شیطان اور فریب دنیا بالفاظ دیگر دنیا سے بے رغبتی سے خود کو الگ کر لیتا ہے تو اس کی تمام تر زندگانی کا مدعا و منشور اور مقصود صرف اور صرف تقرب الٰہی ہی رہ جاتا ہے تو اس وقت اس کی حالت یہ ہوتی ہے کہ اللہ عزوجل جلالہ کے سوا نہ تو کسی سے غرض کا متمنی ہوتا ہے اور نہ ہی کسی سے مطلب کا آرزومند، اس کا جسم تو مخلوق کے درمیان موجود ہوتا ہے لیکن اس کا دل ہمہ وقت یاد ربانی میں مستغرق ہوتا اور یہی تصوف کا ماحاصل ہے اور اسی کی جانب فتوح الغیب میں شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اشارہ کیا ہے اور اسی جہت کا اطلاق اگر مروجہ تصوف پر کیا جائے تو یہ رفعت خال خال دیکھنے کو ملتی ہے جسکی بنیادی وجہ رحمانی اوصاف کا مرغوب نہ ہونا ہے اور یہی وہ بنیادی وجہ جس کے طفیل عصر حاضر کا تصوف اپنی اصل سے کٹ چکا ہے

تقرب الی اللہ میں موجودہ حال پر غیر موجودہ حال کو اختیار کرنا اور تسلیم امر الٰہی

”اے سالک! جب تو سلوک کی کسی حالت میں ہو، تو اُس کے سوا کسی دوسری حالت کو اختیار و پسند مت کر، نہ اس سے اعلیٰ حالت کو، نہ ادنی حالت کو ، (کیونکہ ادنی اور پست حالت کواختیار کرنا کم ہمتی ہے اور اعلیٰ حالت کی آرزو کرنا شہوات نفسانی میں داخل ہے)[8]“

---

[8] فتوح الغیب ۲۵

Futooh-ul-Ghaib, Pg 25

راہ سلوک کے طالب جب کوئی کی منزل حاصل کرلیں توبسااوقات یہ اضطرابی کفیت پیداہوتی ہے کہ جلد سے جلد اگلی منزل کو یقینی بنایاجائے اسی سعی کے دوران بعض اوقات اسے حاصل کردہ منزل سے بھی ہاتھ دھوناپڑتاہے جس کی بنیادی وجہ یقین کامتزلزل ہوجاناہے اور یہ بات مسلمہ ہے کہ متزلزل یقین کے ساتھ کسی بھی کامیابی کا حصول ممکن نہیں ہوتااس لیے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃاللہ موجودہ حال پر غیر موجودہ حال کے حاصل کرنے کی ممانعت کرتے ہیں اور تسلیم امرالہی پر زور دیتے ہیں۔

نفس کی مخالفت کاحکم

" (سوائے اس کے نہیں کہ حکم کی تعیل و بندگی کے لیے) خداوند تعالی اور نفس (دو ہستیاں) ہیں، (اگر خدا تعالیٰ کی اطاعت کی جائے گی تو نفس کی مخالفت ہوگی، اور اگر نفس کی اطاعت کی جائے گی تو خدا تعالی کی مخالفت ہو گی اور تو خداوند قدوس کی طرف سے اُس کے اوامر و نواہی کے کرنے اور نہ کرنے پر مکلف اور خطاب کیا گیا ہے، اور نفس خداوند قدوس کا دشمن اور مخالف ہے،اور سب چیزیں اللہ تعالی کی تابع ہیں، اور دراصل نفس بھی اللہ تعالی کی پیدائش اور اُس کی ملک ہے، اور (ہمیشہ) نفس کے دعوی باطل اور جھوٹے ہیں، اور (اپنے اندر) ایسی خواہشات و شہوات اور لذات رکھتا ہے، جن کو اپنانے میں نفس کو لذت وسرور حاصل ہوتا ہے۔پس جب تو نفس کی مخالفت و عداوت میں حق تعالیٰ سے موافقت کرلے (اور اس کے تابع فرمان ہو کر خواہشات نفسانیہ کو چھوڑ دے) تو تو اللہ تعالی کے لیے اپنے نفس کا دشمن ہو گا[9]"

نفس کی غلامی راہ ہدایت سے گمراہی کا سبب ہے اس لیے قرآن مجید میں بھی نفس کی مخالفت کا حکم دیا گیاہے جیساکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

" وَلَا تَتَّبِعِ ٱلْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ" [10] نفسانی خواہش پر پیروی مت کرنا(اگرایسا کروگے تو)وہ خداکے راستہ سے تم کو بھٹکادے گی"

اس لیے تصوف میں مخالفت نفس بنیادی درجہ کی حامل ہے راہ حق کے طالب کے لیے یہ لازم ہوتاہے کہ نفس کی مخالفت کرتے ہوئے اطاعت ربانی کواختیار کرے ورنہ سلوک وتصوف کی منازل طے نہیں کی جاسکتیں اس لیے شیخ عبدالقاد جیلانی رحمۃاللہ علیہ ایک سالک کوراہ حق کے لیے مخالفت نفس کی تلقین کرتے ہیں۔[11]

خیال اور کشف والہام جانچنے کامعیار

بعض اوقات سالک کو راہ حق میں مختلف خیالات وخطرات وغیرہ سے واسطہ پڑتاہے اور بڑے حسین خیال، وہم وگمان اور خواب نظر آتے ہیں ضروری نہیں ہے کہ یہ رحمانی خیال ہوں بعض کیا اکثر اوقات انسان کوراہ حق سے بھٹکانے کے لیے شیطانی خیالات بھی واقع ہوتے ہیں توان خیالات کے صحیح و غلط کامعیار جانچنے کے متعلق شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃاللہ علیہ فرماتے ہیں:

"پھر اگر کوئی خیال تیرے دل میں آئے یا کوئی الہام پایا جائے تو اس خیال والہام کو کتاب وسنت ، پر پیش کر دے (اور اُس کا اُن سے مقابلہ کر، اور اُس چیز کی پیروی کر جو قرآن وسنت کے موافق ہو، اور جوان کے خلاف ہے اُسے چھوڑ دے) پھر اگر کتاب وسنت میں اس خیال والہام کی حرمت ثابت ہو مثلاً اگر تجھے الہام ہو اور تیرے دل میں گزرے کہ زنا کرنا چاہیے یاسود کھانا چاہیے یا بدمعاشوں اور بد کرداروں کی صحبت اختیار کرنا چاہیے یا اسی قسم کے دوسرے گناہوں کا الہام ہو، تو تو اس کو اپنے دل سے دفع کر دے اور اُسے چھوڑ دے، اور قبول نہ کر، اوراس پر عمل بھی نہ کر۔"

---

9 فتوح الغیب ۲۹-۳۰

Futooh-ul-Ghaib, Pg 29-30

10 فتوح الغیب ۳۸: ۲۶

Futooh-ul-Ghaib, Pg 26:38

11 حسین محی الدین، تصوف اور تعلیمات سلاسل، لاہور، منہاج پبلیکیشنز، 2013، ص 124

Qadri, Dr. Hussain Mohi-ud-Din. Tasawwuf aur Ta'leemat-e-Salasil. Lahore, Minhaj Publications, 2013, Pg 124

دنیاوی مال ومتاع کی محبت سے ممانعت

مال ومتاع کی محبت انسان کو رب تعالیٰ سے غافل کر دیتی ہے اور رب تعالی سے غفلت اپنی آخرت تباہ کرنا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"أَلْهَىٰكُمُ ٱلتَّكَاثُرُ حَتَّىٰ زُرْتُمُ ٱلْمَقَابِرَ[12]"

"(دنیاوی ساز وسامان پر) فخر کرنا (جو کہ علامت ہے محبت وطلب کی) تم کو (آخرت سے) غافل کیے رکھتا ہے"

حب دنیا سے نجات کا کیا طریق ہونا چاہیے؟ ارباب تصوف نے اس ضمن میں اپنا اپنا الگ نہج اختیار کیا ہے اس لیے شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ راہ تصوف کے طالب کے لیے مال کی محبت کی ممانعت کا درس دیتے ہیں اور اس کا منہج کچھ یوں بیان کیا ہے:

"اے مومن! جب اللہ تعالیٰ تجھے مال عطا فرمائے اور تو اُس کی بندگی چھوڑ کر مال کی دھن میں لگ جائے تو اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے دنیا و آخرت میں تجھے اپنی رحمت اور قرب سے باز رکھے گا، اور چھپا دے گا اور تیری حالت کو بدل دے گا، اور تجھے سزاد ینے کے لیے محتاج ومفلس کر دے گا۔اس لیے کہ تو انعام دینے والے کو چھوڑ کر انعام کے خیال میں لگ گیا ہے۔اور اگر تو اُس عطا شدہ مال کا خیال چھوڑ کر اُس کی بندگی اور اطاعت میں لگ گیا تو خداوند تعالیٰ وہ مال تیرے لیے بخشش اور عطیہ بنا دے گا[13]"

مصیبتوں پر صبر اور قضاء وقدر پر رضائے الٰہی کو تسلیم کرنا

"اے سالک! ناز و نعمت حاصل کرنے اور مصیبتوں اور تکلیفوں کے دور کرنے کو پسندو کی اختیا ر مت کر، کیونکہ آرام و آسائش اور نعمتیں اگر تیری قسمت میں ہیں، تو تجھے ملنے والی ہیں۔اُن کو خواہش سے تو حاصل کرے یا نہ کرے۔اسی طرح مصیبت بھی اگر تیری قسمت میں لکھی ہے، اور تجھ پر اُس کے آنے کا حکم ہو چکا ہے، تو تجھ پر وارد ہونے والی ہے، اگر تو اُسے نا پسند کرے، یا دعا کے ذریعہ اسے دفع کرے یا صبر کرے اور زور کے ساتھ خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے جلدی کرے، ہر حال میں برابر ہے۔بلکہ تمام کاموں میں آرام ہو یا تکلیف، تقدیر الٰہی کو تسلیم کر لے، اور اُس کے آگے گردن جھکا دے، تا کہ تیری ذات میں باری تعالیٰ اپنا فعل اور کام کرے۔"

اس طرح صبر اختیار کرنے کے بارے آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اے مومن! بڑے تعجب کی بات ہے کہ تو کہتا ہے کہ میں کیا کام حیلہ اور تدبیر کروں کہ جس سے میں مطلب حاصل کرلوں اور مجھے ہر کام میں آسانی اور کشائش ہو جائے (اس کے جواب میں تجھے کہا جاتا ہے، کہ اپنی جگہ پر ٹھہر جا (جہاں مولائے کریم کی مرضی اور شریعت کا حکم ہے اور اپنی حد سے باہر نہ نکل حتی کہ اُس ذاتِ واجب الوجود کی طرف سے آسانی اور کامرانی تجھے حاصل ہو جائے، جس نے تجھے اپنی موجودہ حالت پر قائم رہنے کا حکم فرمایا ہے[14]"

تصوف میں ایک سالک کے لیے لازمی ہوتا ہے کہ وہ رضائے الٰہی وقضائے الٰہی کو ہر حال میں تسلیم کرے اور اسی کی تعلیم شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی دی ہے درج بالا اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ تقدیر پر زیادہ زور دیتے ہیں اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شاید وہ تدبیر کی نفی

---

[12] القرآن ۱۰۲:۱-۲

Al-Quran 102: 1-2

[13] فتوح الغیب ص ۳۷

Futooh-ul-Ghaib, Pg 37

[14] فتوح الغیب ص ۸۰

Futooh-ul-Ghaib, Pg 80

کرنا چاہ رہے ہیں لیکن ایسا بالکل بھی نہیں ہے ان کے اگر دیگر مواعظ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ عیاں ہوتا ہے کہ اگرچہ تقدیر اور رضا بالقدر پر ان کا زور زیادہ ہے تاہم آپ رحمۃاللہ علیہ تدبیر و کسب کے بھی قائل ہیں مگر چونکہ تقدیر میں کیا کچھ لکھا ہوتا ہے ظہور تقدیر سے پہلے بندے کو معلوم نہیں ہوتا اس لیے یہ چاہیے کہ بندہ خیر کے حصول کے لیے اپنی طرف سے ممکنہ طور پر محنت و جدوجہد کو شامل حال رکھے اور سعی کرنے کی صفت کو اپنی فطرت ثانیہ بنائے اور نتیجہ اگر موافق ظہور میں آئے تو اس پر باری تعالیٰ شکر بجالائے اور اگر ناکامی و نامرادی عیاں ہو تو افسوس کرنے کے بجائے اسے رب تعالیٰ کا فیصلہ گردانتے ہوئے سراپا تسلیم و رضا کا عملی مجسمہ بن جائے۔اور پھر صبر کرنے میں حدود شریعت کی تعمیل لازم کی جائے تاکہ رضائے الٰہی کا حصول یقینی بنایا جاسکے۔اور صبر یہ ہے کسی سے گلہ شکوہ نہ کیا جائے نہ اسباب میں الجھا جائے اور نہ مصیبت کے ہونے کو ناپسند کیا جائے اور نہ اس کے ختم ہونے کی خواہش کی جائے محض تقوی کے حصول کی جانب گامزن رہا جائے اور جو تقوی اختیار کرتے ہیں ان کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًاۙوَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ[15] " اور جو اللہ کے لیے تقوی اختیار کرتا ہے تو اللہ اس کے لیے ضرور کوئی نہ کوئی راستہ نکال لیتا ہے اور اسے ایسی جگہ رزق عطا کرتا جہاں سے یہ گمان بھی نہیں ہوتا"اسی لیے آپ رحمۃاللہ علیہ راہ سلوک کے طالب کے لیے مشکلوں و مصائب پر صبر اور اللہ پر ہر حال میں توکل کرنے کی تلقین کرتے ہیں.

احکام خداوندی کی تعمیل اور بدعات سے اجتناب

"پھر جب حق تعالیٰ کے ساتھ تیرا ایمان ثابت ہو جائے ، اور تو اُس کے فعل اور کام میں اپنے پورے یقین سے اس کے ساتھ موافقت کرلے اور یہ سب کچھ اُسی کے فضل و احسان سے ہے، تو اُس وقت ہمیشہ صبر کرنے والا، اُس کی تقدیر کے ساتھ موافقت کرنے ، اور اس کے احکام کو ماننے والا بنا رہ، اور اپنے حق میں اور اپنے سوائے کسی دوسرے شخص کے حق میں کوئی ایسا نیا کام (یعنی بدعت) پیدا مت کر جو شریعت کے امر و نہی سے خارج ہو۔تو جب (کسی کام کے متعلق) اس کا حکم پایا جائے تو اُسے سُن اور (فرماں برداری کے لیے) دوڑ اور جلدی کر ، اور اپنی ہمت دکھا، اور حرکت میں آ، اور آرام و سستی نہ کر، اور محض خدا تعالیٰ کی تقدیر اور فعل کو تسلیم کرنے والا ہی نہیں بلکہ اپنی ہمت اور کوشش کو پورا پورا خرچ کر نا کہ تو حکم الٰہی کو اچھی طرح ادا کرے'

خلقت اور اسباب پر بھروسہ کرنے کی ممانعت اور کسب معاش کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اے سالک! تو اللہ تعالیٰ کے فضل اور بلا واسطہ اس کی نعمتوں کے پہنچنے سے محروم نہیں ہوا۔مگر صرف اس لیے کہ تیرا بھروسہ، خلقت، اسباب، پیشیوں اور کسبوں پر ہے۔پس خلقت مسنون طریقہ پر یعنی کسب کے ذریعہ کھانے سے تیرے لیے پردہ (اور محرومی کا سبب) ہے۔جب تک تو خلقت کے ساتھ کھڑا ہے، یعنی اُن کے عطیات اور زیادہ بخششوں کا امیدوار ہے، اور اُن سے مانگنے والا ، اور اُن کے دروازوں پر گشت لگانے والا ہے، تب تک اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُس کی خلقت کو شریک کرنے والا ہے تو اللہ تعالیٰ اس مسنون طریقہ پر کھانے سے محروم رہنے کے باعث تجھے سزا دے گا، جو دنیا کی حلال چیزوں کو کمائی سے حاصل کرنا ہے۔[16]"

مرشد کے ذریعے خدا تعالیٰ تک رسائی

"ہر ایک واصل مرتبہ قرب میں جدا ہے، اور اللہ تعالیٰ اس مرتبہ میں اپنے لیے کسی دوسرے کو اس کا شریک نہیں کرتا۔ اُس کے رسولوں ، نبیوں اور ولیوں میں سے ہر ایک کے ساتھ اُس کا علیحدہ بھید اس طرح پر ہوتا ہے کہ اُس کے سوا کوئی بھی اس بھید پر اطلاع نہیں پاتا۔یہاں تک کہ مرید کے لیے کوئی ایسا راز ہوتا ہے جس کی اُس کے پیر کو بھی خبر نہیں ہوتی ، اور (اسی

---

[15] القرآن:۶۵: ۲

Al- Quran 65: 2

[16]فتوح الغیب ص ۴۵

Futooh-ul-Ghaib, Pg 45

طرح) پیر کا بھید ہوتا ہے، جس کا پتہ اُس مرید کو بھی نہیں ہوتا جس کا سیر و سلوک اُس پیر کے دروازہ کے آستانہ تک پہنچ چکا ہو، اور وہ اپنے پیر کی حالت اور مرتبہ پر پہنچ گیا ہو، پس جب مرید اپنے پیر کی حالت اور مرتبہ کو پہنچ گیا تو پیر سے اُسے جدا کر دیا جاتا اور علیحدہ کر دیا جاتا ہے۔پس پیر دودھ پلانے والی دایہ کی طرح ہو جاتا ہے، اور مرید دودھ پیتا بچہ کہ دو سال کے بعد دودھ پلانے کی ضرورت نہیں رہتی۔اسی طرح ارادہ اور خواہش کے مٹ جانے کے بعد خلقت کے تعلق کی ضرورت نہیں ہوتی۔ پیر کی اس وقت تک ضرورت ہے، جب تک مرید کا اپنا ارادہ و خواہش نفسانی باقی ہے تا کہ ان کو توڑا جائے لیکن ان کے زائل ہو جانے کے بعد پیر کی ضرورت نہیں رہتی ، کیونکہ اس کے بعد تو کوئی کدورت و نقصان ہی باقی نہیں (جہاں پیر کی حاجت ہو[17]"

شکوہ کرنے کی ممانعت

"اے سالک ! کسی شخص کے سامنے خواہ وہ دوست ہو یا دشمن، اس چیز کی شکایت مت کر جو تکلیف و نقصان سے تجھ پر نازل ہوئی، اور اس چیز کے بارے میں جو پروردگار نے تیری ذات میں کیا، اور جو بلائیں تجھ پر نازل کیں، اپنے پروردگار پر تہمت مت لگا۔بلکہ نیکی اور شکر یہ کو ظاہر کر، پس تیرے اپنے خیال میں آرام و انعام کے نہ ہونے کے باوجود شکریہ کا اظہار کر کے جھوٹ بولنا، تیرے اس سچ بولنے سے بہتر ہے، جو تو شکایت وشکوہ کے ساتھ اپنے ظاہری حال کی خبر دیتا پھرے ۔"

شکوک و شبہات سے اجتناب

"جب کوئی چیز جو تجھے شک میں ڈالے اُس چیز کے ساتھ اکٹھی جمع ہو جائے جو تجھے شک میں نہ ڈالے، تو اُس مشکوک چیز کو چھوڑ دے، (جس کے حلال و حرام ہونے میں شبہ ہو) اور ایسی پختہ وافضل چیز کو حاصل کر، جس میں کسی شک و شبہ کی آمیزش نہ ہو۔"

ابتلاء مؤمن بقدر ایمان

"اللہ تبارک و تعالی ہمیشہ اپنے مومن بندے کو اُس کے ایمان کے اندازہ پر بلا و مصیبت میں گرفتار کرتا ہے، پس جس شخص کا ایمان بڑا اور طاقتور ہوتا ہے، اور زیادہ ہوتا وہ اور ترقی کرتا ہے" ۔

قناعت

" (اے مالک!) تھوڑے رزق پر ہی خوش ہو جا، اور اُسی کو لازم پکڑ (اُسی پر قناعت کر، اعلیٰ اور زیادہ رزق طلب نہ کر) حتی کہ نوشتہ تقدیر اپنی مدت کو پہنچ جائے۔پس اس طرح قناعت کرنے اور تھوڑی روزی پر خوش ہونے سے مقررہ وقت پر اعلیٰ اور نفیس رزق کی طرف تجھے منتقل کیا جائے گا، اور اس اعلیٰ رزق پر تجھے مبارک باد دی جائے گی، اور اس میں تو باقی رکھا جائے گا، اور دنیا و آخرت میں رنج و تکلیف کے بغیر اور بُرے نتیجہ اور حد سے گذرنے کے بغیر تو محفوظ رکھا جائے گا، پھر تجھے اس اعلیٰ رزق سے اُس رزق کی طرف بلند کیا جائے گا جو اس سے زیادہ آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے والا اور زیادہ خوشگوار ہو۔"

عبادت پنجگانہ سے کوئی افضل واکمل عمل نہیں

"پس عبادات پنجگانہ کے بعد کوئی افضل و اکمل عمل نہیں ، اور تمام گناہوں کا چھوڑ دینا بہت جامع اور بڑا کام ہے، اور خداوند تعالی کی طرف بہت بلند مرتبہ اور بہت پیارا اور اس کے نزدیک بہت پسندیدہ اس سے زیادہ کوئی عمل نہیں جو میں نے

---

[17] فتوح الغیب ۴۸

Futooh-ul-Ghaib, Pg 48

تیرے لیے بیان کیا۔خداوند تعالیٰ اپنے احسان کے ساتھ ہمیں بھی اور تمہیں بھی اُس چیز کی توفیق عطا فرمائے ، جسے وہ دوست رکھتا اور پسند کرتا ہے۔آمین[18]"

مجاہدہ وریاضت کے بغیر قربِ الٰہی کا دروازہ نہیں کھل سکتا

"اے سالک! کیا تو آرام و خوشی ، آسائش و شادمانی ، امن و آرام اور ناز و نعمت چاہتاہے؟ حالانکہ تو بھی پگھلانے اور گلانے کے لیے، اور نفس کے مارنے اور حرص و ہوا کے ساتھ جہاد کرنے کے لیے اور دنیا و آخرت کے بدلوں اور مرادوں کے دور کرنے کے لیے لو ہاروں کی بھٹی میں پڑا ہے، اور ان چیزوں کا کچھ بچا کھچا تجھ میں باقی ہے، جو معلوم اور ظاہر ہو رہا ہے۔اے جلد باز ! آہستہ چل، اور اے مطلب براری کے منتظر ! آہستہ اور نرم ہو، ان مرادوں اور بدلوں کے دور ہونے تک قرب الٰہی کا دروازہ بند ہے، حالانکہ ان مرادوں کا بقیہ حصہ تجھ میں باقی ہے، اور ان کا ایک ذرہ تجھ میں موجود ہے جب تک تمام مرادیں، بدلے اور حرص و ہوا پورے طور پر فنا نہ ہو جائیں گے، قرب کا دروازہ نہیں کھلے گا کیونکہ مکاتب اُس وقت تک غلام ہی ہے جب تک کہ اُس پر ایک درم بھی باقی ہے۔"

صرف دین کے لیے کسی سے دوستی اور دشمنی رکھنی چاہیے

"اے مومن ! جب تو اپنے دل میں کسی شخص کی دشمنی یا اُس کی محبت کو موجود پائے ، تو اُس شخص کے اعمال کو کتاب و سنت پر پیش کر (یعنی قرآن مجید اور سنت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اُس کے اعمال کا موازنہ کر) پس اگر اس شخص کے اعمال (جسے تو دشمن جانتا ہے) کتاب وسنت کے مخالف ہوں ، تو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اپنی موافقت پر خوش ہو، اور اگر اُس کے اعمال کتاب و سنت میں محبوب و پسندیدہ ہوں اور تو اُس کے ساتھ کینہ و عداوت رکھتا ہے، تو جان لے کہ تو یقینا لالچی اور خواہش نفسانی کا بندہ ہے، اور اپنے لالچ کی وجہ سے اُس کے ساتھ دشمنی رکھتا ہے اور اپنے کینہ و بغض کے باعث اُس پر ظلم کرنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کا نافرمان، اُن کا مخالف اور دشمن ہے، پس اپنے بغض سے اللہ تعالیٰ کی طرف واپس آ اور توبہ کر، اور خدا تعالیٰ سے اس شخص کی محبت اور اس کے علاوہ خدا تعالیٰ کے دوستوں، ولیوں اور اُس کے برگزیدہ اور صالح بندوں کی محبت کا سوال کر ، تاکہ تو اُس شخص کی محبت میں خدائے تعالیٰ کا موافق ہو جائے "[19]

"عن أبي أمامة، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال: «من أحب لله، وأبغض لله، وأعطى لله، ومنع لله فقد استكمل الإيمان" [20]

"حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی سے اللہ کے لیے محبت کرے اور کسی سے اللہ ہی کے لیے بغض رکھے اور اللہ ہی کے لیے کسی کو کوئی چیز دے اور اللہ ہی کے لیے کسی کو کوئی چیز دے تو اس کا ایمان کامل ہے"

خدا کی محبت میں کسی کو شریک نہ کرو

"جب بندہ کے لیے مال و اولاد ہو، تو وہ اُن کے ساتھ محبت کرتا ہے، اور اپنے پروردگار کے ساتھ اُس کی محبت تقسیم ہو جاتی اور کم اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی ہے۔پھر محبت، اللہ اور غیر اللہ کے درمیان مشترک ہو جاتی ہے (اور غیر اللہ اس میں شریک

---

[18] فتوح الغیب ۶۵

Futooh-ul-Ghaib, Pg 65

[19] فتوح الغیب ص ۸۲

Futooh-ul-Ghaib, Pg 82.

[20] سنن ابی داود: کتاب السنۃ باب الدلیل علی زیادۃ الایمان، رقم: ۴۶۸۱

Sunan Abi Dawood: Kitab as-Sunnah, Bab ad-Dalil 'ala Ziyada al-Iman, Hadith: 4681

ہو جاتا ہے) اور اللہ تعالیٰ شریک کو ہر گز قبول نہیں کرتا ، اور وہ بڑا غیرت مند ہے، ہر چیز پر غالب ہے، اور ہر چیز کے لے غالب ہے، پس اپنے شریک کو فانی اور ہلاک کر دیتا ہے[21]"

در حقیقت خدائے لم یزل نہ صرف اپنی عبادات،ذات وصفات اور اسماوافعال میں شرک کو برداشت نہیں کرتا ہے اور نہ ہی اپنی محبت میں کسی کی شراکت قبول کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ جب اپنے کسی خاص و مقرب بندے کو کسی اور کی محبت میں ملتفت پاتا ہے تو اس آزمائشیں اور مصیبتیں ڈال کر ان تمام امور کا خاتمہ کر دیتا ہے جو اسکی خالص محبت کی راہ میں حائل ہوں چاہے مال واولاد ہو یا کوئی اور چیز تاکہ اس کا بندہ صرف اس کی یاد میں مصروف کار رہے اور کسی اور جانب متوجہ نہ ہو اور ہمیشہ حضوری کی کفیت سے سرشار رہے فی زمانہ اکثر مراکز تصوف کا یہ حال ہے کہ وہ مادی دنیا کے پرستار نظر آتے ہیں نتیجتاً جو تعلق باللہ کا قیام واستحکام وقوع پذیر ہونا تھا جو تصوف کا جوہر ہے وہ ابھر کر سامنے نہیں آرہا اور ایسے افراد تیار نہیں ہو رہے جو معاشرے کے لیے باعث افتخار ہوں اور زمیں کے لیے سایہ رحمت اور جن کا ہر لمحہ خدا کی محبت سے خالی نہ ہوں البتہ خال خال مراکز تصوف اس صفت سے مبرا ہیں۔ لہٰذا یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مراکز تصوف کو اس کی اصل سے جوڑا جائے یعنی تعلق باللہ کا قیام واستحکام اور رضائے الٰہی کا حصول، تاکہ امت مسلمہ کی آبیاری کو اس نہج پر استوار کیا جائے اور یہی دین اسلام کا مطلوب ومقصود اور شریعت طیبہ کا یہی تقاضا ہے۔

ورع یعنی پرہیز گاری وتقوی

کی حقیقت کے بارے میں فرماتے ہیں:

"اے مومن ! تجھ پر لازم ہے کہ تو تقویٰ اور پرہیز گاری اختیار کرے، ورنہ تباہی و بربادی تیرے نفس کے پھندے میں ہے، جو تجھ سے لپٹا ہوا ہے، اور تو اُس سے کبھی خلاصی نہیں پاتا مگر یہ کہ خداوند تعالیٰ تجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے[22]"

اس طرح تقرب الی اللہ کے زمرے میں حصول قرب الٰہی کی ابتداء و انتہاء کے بارے میں فرماتے ہیں:

" مجھ سے ایک بوڑھے شخص نے خواب میں سوال کیا اور کہا، وہ کیا چیز ہے، جس کے ذریعے سے بندہ اپنے اللہ تعالیٰ کے قریب ہو جاتا ہے؟ میں نے جواب دیا، اس قرب الٰہی کے حاصل کرنے کی ابتداء بھی ہے اور انتہا بھی۔اُس کی ابتدا ورع اور تقویٰ ہے (یعنی حرام، مکروہ چیزوں سے حتی الامکان پرہیز کی جائے) اور اُس کی انتہا یہ ہے کہ تقدیر الٰہی پر راضی ہو جائے اور اسے تسلیم کرلے، اور اپنے کاموں کی باگ ڈور خداوند تعالیٰ کے سپرد کر دے۔"

دین اسلام کی سب سے اہم چیز تزکیہ نفس کے ضمن میں تقوی یعنی پرہیز گاری ہے ہر اس چیز سے اجتناب کرنا جس سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہو اور دین کی بربادی کا سبب بھی طمع ولالچ ہے گویا تقوی رب تعالیٰ کی رضاء اور ایمان کی بقا کا ذریعہ ہے تقوی کو تصوف کی تعلیمات کا سہرا گردانا جاتا ہے ایک سالک کے لیے اس شاہراہ چلنا اور اس کو تھام کے رکھنا ضروری ہے اس سے روگردانی سالک کو درجہ سالک سے نکال باہر کرتی ہے معاصر ہمارے تقوی کا یہ عالم بن چکا ہے کہ ہم ایک طرف تو مباح چیزوں میں بھی زہد سے کام لینے کے متمنی ہوتے ہیں لیکن جب بھی ہمیں کوئی موقع ہاتھ آتا ہے تو حرام چیزوں کو بھی نگلنے میں دیر نہیں کرتے اور یہی حالت مروجہ مدعیان تصوف پر ثبت کی جائے تو اکثر مراکز تصوف کے گدی نشینان ریاکاری کے کپڑوں میں تو پاک صاف نظر آتے ہیں اور ان کا سارا زہد و تقوی وطاعت صرف ظاہر میں ہے ان کا ظاہر تو آباد ہوتا ہے لیکن باطن بالکل ویران۔ نہ انہیں مریدین و موئدین کی روحانی بہتری کے لیے کوئی جدوجہد کرنا مقصود ہوتا ہو اور نہ انہیں تعلیمات شریعت سے آگاہ رکھنے میں کوئی دلچسپی، انہیں صرف مال و دولت اور شہرت سے رجحان طمع ہوتا ہے پھر بھلے انہیں اس کے لیے کچھ بھی کرنا پڑے یہی وجہ ہے کہ مروجہ تصوف اپنی اصلیت پر قائم نہ رہ سکا اور بدعات وخرافات کا معجون مرکب بن کے رہ گیا ہے اور اس کو

---

[21] فتوح الغیب ص ۸۴

Futooh-ul-Ghaib, Pg 84

[22] فتوح الغیب ص ۹۲

Futooh-ul-Ghaib, Pg 92

اس حالت تک پہنچانے کا سہرا ان ہی لوگوں پر عائد ہوتا ہے البتہ ایسے مراکز تصوف جنہوں نے شریعت کی بالادستی کو آج بھی کسی نہ کسی صورت روا رکھا ہوا ہے لائق داد و قابل تحسین ہیں۔

دین وآخرت راس المال ہے اور دنیا اُس کا نفع

"اے مومن! اپنی آخرت اور دین کے کام کو اپنا اصل مال بنا، اور دنیا کو اُس کا نفع۔اپنا وقت پہلے اپنی آخرت حاصل کرنے میں خرچ کر ، پھر اگر تیرے وقت سے کچھ بچ جائے تو اُسے اپنی زندگی کے اسباب کی تلاش میں خرچ کر، اور اپنی دنیا کو اصل مال اور آخرت کو اُس کا نفع بنا[23]"

حسد کی ممانعت

جب کسی کو اللہ رب العزت کی جانب سے کوئی نعمت عطا ہوتی ہے تو عمومی وطیرہ ہے کہ کچھ حسد کرنے لگتے ہیں اور دوسرے کی نعمتیں دیکھ کر انہیں جلن سی محسوس ہوتی ہے اور یہ خواہش ابھرتی ہے کہ ان انعام یافتہ لوگوں کی نعمتیں سلب ہو جائیں اور ان کے دلوں کو کو قرار مل سکے چنانچہ جس دل میں حسد کا مادہ ہو اور وہ اس مذموم صفت سے موصوف ہو وہ قرب ربانی کے اہل نہیں ہو سکتا جس کے بارے میں تحریر کرتے ہیں:

"جس کا تو حسد کرتا ہے، وہ تو اپنے مولا کی ان نعمتوں میں پھرتا ہے (اور اُن کو خرچ کرتا ہے) جن کے ساتھ اللہ تعالی نے اس پر نیکی کی ہے، اور وہ نعمتیں اس کے لیے مقدر کی ہیں ، اور اُن میں کسی دوسرے کا حصہ اور نصیب نہیں بنایا ، پس تجھ سے زیادہ ظالم ، بخیل ، احمق اور کم عقل کون ہوگا ؟ اور اگر تو اپنی قسمت پر حسد کرتا ہے) کہ جو کچھ اُس کے پاس ہے وہ میرا ہے جو اُسے دے دیا گیا ہے) تو تو پرلے درجے کا بیوقوف ہے۔کیونکہ تیری قسمت کسی دوسرے کو نہیں دی جا سکتی اور نہ ہی تیری طرف سے دوسرے کی طرف منتقل ہوتی ہے، خدا تعالی اس سے پاک و منزہ ہے۔"

صدق و اخلاص

"جو شخص صدق و اخلاص سے اپنے مولا کے ساتھ معاملہ کرے، وہ صبح و شام اپنے مولا کے سوا دوسری چیزوں سے غمگیں و بے آرام ہو جاتا ہے۔اے مولا کو طلب کرنے والی قوم ! اُس چیز کا دعویٰ وخواہش مت کرو جو تمہیں ملنے والی نہیں، اور توحید پرست بن جاؤ، اور شرک نہ کرو، اور تقدیر الہی کے تیروں کا نشانہ مت بنو، وہ تمہیں قتل تو نہ کریں گے لیکن زخمی ضرور کر دیں گے، اور جو شخص اللہ تعالی کے دین اور اس کی طلب میں ہلاک و شہید ہو جائے ، اللہ تعالی پر اُس کا بدلہ اور اجر ضروری ہو جاتا ہے[24]"

تصوف دراصل شریعت طیبہ پر اخلاص فی العمل کا نام ہے جہاں موحد بننے پر زور دیا جاتا ہے اور شرک کے شائبے سے بھی دور رہا جاتا ہے اور اسی کی تعلیم فتوح الغیب میں شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بار بار دیتے نظر آتے ہیں اور یہ تب ہی ممکن ہو گا جب اس کی روح صدق و اخلاص سے مامور ہو گی رب تعالی کو یہ منظور نہیں کہ اس کی عبادت بنا اخلاص اور وافر مقدار میں کی جائے بلکہ اس کی بہ نسبت اللہ تعالی کو صدق دل سے تھوڑی کی گئی عبادت زیادہ پسند ہے صدق و اخلاص اللہ کی چاہت و الفت میں اضافہ کا موجب ہے اور ایک ایسا محرک ہے جس سے متعلق بھی پیدا ہو جائے اس میں کمال و وارفتگی پیدا کر دیتا ہے جسی بنا پر باقی منازل طے کرنا سہل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ اسی کی تاکید کرتے نظر آتے ہیں کہ اللہ سے تعلق میں صدق و اخلاص پیدا کیا جائے۔

---

[23] فتوح الغیب، ص ۹۳

Futooh-ul-Ghaib, Pg 93

[24] فتوح الغیب، ص ۱۰۱

Futooh-ul-Ghaib, Pg 101

حرص و ہوا کی مذمت

" خواہش نفسانی (حرص و ہوا) کے ہوتے ہوئے حکم الہی کے بغیر مال و رزق بلکہ کوئی چیز حاصل کرنا، خداوند تعالی سے دشمنی اور کجروی ہے، اور خواہش نفسانی کے بغیر حکم خداوندی کے ساتھ مال ورزق وغیرہ حاصل کرنا خداوند تعالٰی کے ساتھ موافقت اور اتفاق ہے، اور حکم کے باوجود اس کا چھوڑ دینا ریا اور نفاق ہے۔"

نفس کی دو حالتیں(عافیت و مصیبت)

"نفس انسانی کی صرف دو حالتیں ہیں، جن کے لیے تیسری حالت نہیں: (ا) عافیت و آرام کی حالت (۲) بلا و مصیبت کی حالت۔جب نفس انسانی بلا و مصیبت میں گرفتار ہو جائے ، تو بے صبری، خدا تعالی کا گلہ، اس پر ناراضگی، اعتراض، اور تہمت لگانا اُس کا شیوہ بن جاتا ہے، نہ اُسے صبر رہتا ہے، نہ رضا و موافقت، بلکہ بے ادبی اور ذات باری تعالٰی کو خلقت اور اسباب کے ساتھ شریک کر دیتا اور کفر و انکار اس کا کام رہ جاتا ہے۔اور جب آرام و آسائش کی حالت میں ہو تو بے اندازہ خوش ہونا، تکبر کرنا، اور شہوت و لذات کی پیروی کرنا اس کا کام ہوتا ہے۔جب ایک خواہش نفسانی اس نے حاصل کر لی ، تو دوسری کی آرزو کرنے لگا اور اپنی موجودہ نعمت کو حقیر سمجھنے لگا، اور ان نعمتوں سے عیب و نقصان نکالتا اور اس سے اعلی و نفیس چیزوں کی طلب کرتا ہے، جو اُس کی قسمت میں نہیں آئیں، اور اپنی قسمت سے روگردانی کر لیتا ہے، اور نفس انسان کو لمبی مشقت و محنت میں ڈال دیتا ہے، اور جو چیز اُس کے پاس موجود ہے، اور اس کی قسمت میں آچکی ہے، اُس پر راضی نہیں ہوتا ، اور سختیوں کا مرتکب ہوتا ہے، اور ہلاکت کی جگہوں میں گھس جاتا ہے، اور پہلے دنیا میں، پھر عقبی میں ایسی بھی مشقت میں پڑ جس کا انجام و اختتام نہیں[25]"

غیر اللہ سے سوال کی مذمت

"پس جب تو نے خداوند تعالٰی کو یگانہ و واحد سمجھ لیا ، اور اُس کے فضل کی طرف تو نے نظر رکھی ، اور تو نے غیر اللہ کے سوا صرف اُسی پر اُمید رکھی ، اور غیر اللہ سے تو اندھا بن گیا، تو وہ تجھے اپنا مقرب بنالے گا، اور اپنے نزدیک کر لے گا، اور تجھ پر رحم کرے گا ، اور تیری پرورش کرے گا، اور تجھے کھلائے پلائے گا، اور تیری دوا کرے گا، اور تجھے عافیت و تندرستی عطا فرمائے گا، اور تجھ پر عطا کرے گا، اور تجھے دولت مند کر دے گا، تیری مدد کرے گا، اور تیرا کارساز ہوگا۔پھر تجھے تیری ذات سے اور خلقت سے مٹادے گا اور فنا کر دے گا، پھر اس کے بعد تیری نظر میں کچھ نہ بچے گا، نہ فقیری نہ امیری۔"

شرک صرف بت پرستی سے ہی عبارت نہیں بلکہ اپنی نفسانی خواہشات کی اتباع واطاعت پر کمر کس لینااور جو کچھ دنیا وآخرت میں ہے اللہ کو چھوڑ کر کسی دوسری چیز کو محبوب جان لینااور اسے اپنا مبدء و منتہا تصور کر لینا بھی زمرہ شرک میں شمار ہوتا ہے کیوں کہ اللہ کے سوا باقی سب غیر اللہ میں شمار ہوتے ہیں اور ان کی طرف ملتفت ہونا بھی امور شرکیہ میں سے ہے چنانچہ آپ رحمۃاللہ علیہ خواہشات، مخلوق اور ارادے کے حصار سے باہر نکلنے کو اس لیے بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ اس کے بغیر کماحقہ توحید حقیقی تک رسائی کا تخیل ممکن نہیں اور اس وقت تک یہ رسائی حاصل نہیں ہو سکتی جب تک وہ نبوی وراثت کا امین و حق دار اور الٰہی انوار و تجلیات کا مرکز و محور خود کو نہیں بنالیتا۔لہذا اس ضمن میں مافوق الاسباب اور ماتحت الاسباب کو جان لینا بھی ضروری ہے ماتحت الاسباب میں لوگوں سے اشیائے ضروریہ کے لین دین میں مدد لینے میں کوئی امر مانع نہیں ہے لیکن مافوق الاسباب یعنی جن چیزوں کا قادر، خالق ومالک اللہ سبحانہ کی ذات ہے کی جیسی صفات مخلوق سے استوار کر لینا شرک ہے عطائے ربانی سے اگر کسی ہاتھ پر اللہ کسی کو کچھ عطا کر دیتا ہے تو اس مطلب یہ نہیں کہ یہ عقیدہ ہی قائم کر لیا جائے کہ فلاں شخص کسی کو کچھ عطا کرنے پر قادر ہے بلکہ اسے فضل ربانی اور رحمت الٰہی سمجھنا چاہیے معاصر مراکز تصوف پر اگر نگاہ دوڑائی جائے تو اکثر کا یہ حال ہے کہ وہاں شخصیت پرستی،مال ودولت اور اولاد وغیرہ دینے کے زاویہ ہائے نگاہ قائم ہو چکے ہیں جبکہ انکا حقیقی کام مخلوق خدا کا اللہ سے مضبوط و مستحکم رشتہ استوار کرنا تھا تا کہ رضائے الٰہی کے حصول کی فضا قائم ہو اور لوگ دنیا وآخرت میں سرخرو ہو سکیں۔

---

[25] فتوح الغیب ص۱۰۶

Futooh-ul-Ghaib, Pg 106

غیر اللہ سے فانی ہونے کے بعد فنافی التوحید کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے

"اے سالک! اس بات کا طمع و آرزو مت کر کہ تو روحانیوں کے گروہ میں داخل ہو جائے ، جب تک کہ تو اپنی پوری ذات کا دشمن نہ بن جائے ، اور (گناہ اور خدا تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کرنے میں) تو اپنے اعضا و جوارح سے جدا نہ ہو جائے ، اور اپنی ہستی سے ، اپنی حرکات و سکنات، اپنی شنوائی، بینائی ، گویائی اور گرفت سے اور اپنی رفتار عمل و عقل سے اور ان تمام چیزوں سے جو تیرے جسم میں روح داخل ہونے سے پہلے تھیں اور جو روح داخل ہونے کے بعد پائی گئیں۔سب سے تو اکیلا اور علیحدہ نہ ہو جائے ، کیونکہ یہ تمام چیزیں تیرے پروردگار سے تیرا پردہ بنی ہوتی ہیں، اور خداوند تعالیٰ کے قرب سے محروم رکھنے والی ہیں)[26]"

راہ حق کے طالب کے لیے یہ ضروری ہے سب سے پہلے وہ دنیا سے بے رغبتی اختیار کرے یعنی دنیا میں رہتے ہوئے دنیا کی مال و دولت کی رنگینوں سے بے پراہ ہو جانا۔توحید کا تقاضا ہے کی واحد اللہ کی ذات کو اپنا مشکل کشا، حاجت روا اور اپنے تمام دکھوں اور غموں کا مداوا بنایا جائے یہ اپنی ذات و مخلوقات سے فانی ہونے کی رفعت جب قائم ہو جاتی ہے تو انسان توحید کی جانب بڑھتا ہے اور اس پر استقامت کے نتیجے میں بالآخر فنافی توحید ہو جاتا ہے اور یہ وہ مقام ہے جہاں سے آگے پھر رضائے الٰہی کا حصول ہی آخری منزل ہے اور رب تعالیٰ کی مرضی کے خلاف جا کر یہ مقام کسی کو حاصل ہوا ہے اور نہ حاصل ہو سکتا ہے کیونکہ معرفت ربانی کی پہلی سیڑھی ہی توحید کا اقرار اور اس میں فنا ہو جانا ہے کہ بس صرف یاد ربانی ہی باقی رہ جائے۔

فرائض چھوڑ کر نوافل ادا کرنا حماقت ہے

مسلمانوں اور عصر حاضر کے سالکین تصوف کا یہ عمومی مزاج قائم ہوتا جا رہا ہے کہ فرائض کو کم اہمیت دینے لگے ہیں سنن اور نوافل کا اہتمام زیادہ ہو رہا ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے کی سنن سے زیادہ نوافل پہ زور زیادہ دیا جا رہا ہے تو مبالغہ پر مبنی نہ ہو گا فرائض چھوڑ کر نوافل ادا کرنا حماقت ہے اس پر تنبیع کرتے ہوئے مقالہ نمبر ۴۸ میں شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں :

"مومن کو چاہیے کہ پہلے فرائض ادا کرے پس جب ان سے فارغ ہو جائے تو سنتیں ادا کرے، پھر نوافل کو اور باقی فضیلت والے کاموں کو ادا کرے پس جب تک فرائض سے فارغ نہ ہو جائے سنتیں ادا کرنا جہالت اور بے عقلی ہے پس اگر فرائض ادا کرنے سے پہلے سنتوں اور نفلوں کو ادا کرنے لگا تو وہ قبول نہ کیے جائیں گے اور اسے خوار و ذلیل کیا جائے گا" ۔

فرائض کے ضمن میں شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جن چیزوں کو داخل کرتے ہیں :

"حرام چیزوں کو چھوڑ دینا، اللہ تعالیٰ کے ساتھ خلقت کو شریک نہ کرنا، اسکی قضا پر اعتراض نہ کرنا اور خلقت کی اجابت اور ان کی فرمابرداری کو ترک کر دینا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں خلقت کی نافرمانی جائز نہیں[27]"

خدا تک رسائی کیسے حاصل ہو؟

طالب آخرت کو دنیا کی ترک اور طالب مولا کو آخرت کی ترک لازمی ہے اس سلسلے میں فرماتے ہیں

"جو شخص آخرت چاہتا ہے اُسے دنیا کو چھوڑ دینا چاہیے، اور جو اللہ تعالیٰ (اور اس کے قرب کا خواہش مند ہے، اُسے آخرت کو بھی چھوڑ دینا چاہیے۔پس وہ دنیا کو آخرت کے لیے چھوڑ دے، اور آخرت کو اپنے پروردگار کے لیے۔"

---

[26] فتوح الغیب، ص ۱۰۱۔۱۰۲

Futooh-ul-Ghaib, Pg 101-102

[27] فتوح الغیب ۱۱۹

Futooh-ul-Ghaib, Pg 119

جب بندہ خلقت ، حرص و ہوا، نفس وارادہ اور دنیا عقبی کی تمام خواہشات سے فانی ہو جاتا ہے، اور اللہ جل شانہ کے ماسوا کسی چیز کی خواہش نہیں کرتا ، اور سب چیزیں اُس کے دل سے نکل جاتی ہیں تو خداوند تعالی تک پہنچ جاتا ہے، (اور اس کا واصل ہو جاتا ہے) اور خدا تعالیٰ اُسے چن لیتا اور برگزیدہ بنالیتا ہے، اور اُسے دوست رکھتا ہے، اور اپنی خلقت کے نزدیک اسے محبوب بنا دیتا ہے، اور اُس کو ایسا بنا لیتا ہے کہ خود اس کے ساتھ محبت کرتا ہے اور اس بندہ کے قرب کو بھی پسند کرتا ہے، اور وہ اُس کے فضل و کرم سے ناز و نعمت حاصل کرتا ہے، اور وہ اُس کی نعمتوں میں سیر و گردش کرتا ہے، اور خداوند تعالیٰ اُس پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے، اور اس سے وعدہ کرتا ہے کہ اس پر وہ دروازے کبھی بند نہ کرے گا۔ پھر اُس وقت بندہ بھی اللہ تعالی کو چن لیتا ہے، اور خدا وند تعالی کے ارادہ کے ساتھ ارادہ کرتا ہے، اور اُسی کی تدبیر کے ساتھ (اپنے کاموں کی) تدبیر کرتا ہے، اور اس کی مشیت کے ساتھ اُس کی مشیت وابستہ ہوتی ہے، اور اُس کی رضا کے ساتھ وہ بھی راضی ہوتا ہے، اور دوسرے کے حکم کے بغیر صرف اُسی کے حکم کی فرماں برداری کرتا ہے، اور غیر اللہ کے لئے کوئی ہستی اور کوئی فعل نہیں دیکھتا۔ اس وقت وہ اللہ عزوجل جلالہ کی معرفت کے رمز سے آشنا ہو جاتا ہے اور رضائے الٰہی کے حصول کی جانب گامزن ہو جاتا ہے۔

تقدیر سے عدم منازعت(قبض وبسط کی تحقیق)

"حالات تمام تر قبض ہیں، کیونکہ ولی کو اُن کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے، اور جس چیز کی حفاظت کا حکم دیا جائے ، وہ قبض ہوتی ہے، اور تقدیر کے ساتھ کھڑا ہو جانا سب کا سب بسط ہے، کیونکہ وہاں تقدیر اور اس کے احکام کے اندرموجود رہنے کے سوا کوئی ایسی شے نہیں جس کی حفاظت کا حکم دیا جائے پس سالک پر لازم ہے کہ (اس نسبت کے حاصل کرنے کے لیے) تقدیر (کے کاموں اور فیصلوں) میں جھگڑا نہ کرے۔ بلکہ تقدیر کے موافق ہو جائے ، اور ہر اس تقدیر میں جو اُس پر جاری ہوئی ہے، نہ جھگڑے میٹھی ہو یا کڑوی "

صبر، رضاء، موافقت اور شکر

"اے سالک ! تیرا حال دوصورتوں سے خالی نہیں، یا تکلیف ہوگی، یا آرام۔ اگر تکلیف و مصیبت کی حالت ہو، تو اس حالت میں پہلے تجھ سے تکلف اور کوشش سے صبر کرنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے، اور یہ ادنی درجہ ہے، اور پھر بغیر کوشش کے صبر کرنے کا ، اور اس تعبیر سے اعلیٰ درجہ ہے، پھر اُس کے بعد تقدیر وفعل الٰہی کے ساتھ موافقت ورضا کار، پھر فعل الٰہی میں فانی ہو جانے کا مطالبہ کیا جاتا ہے، اور فنا، ابدال کو اور اللہ تعالی کی ذات وصفات کو مشاہدہ کے ساتھ جاننے والے عارفوں کو حاصل ہوتی ہے۔ اور اگر قسمت اور آرام کی حالت ہو، تو اس حالت میں اُن انعامات اور آرام پر تجھ سے شکر کرنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے، اور شکر زبان سے اور دل سے اور اعضاء وجوارح سے ہوا کرتا ہے[28]"

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃاللہ علیہ صبر کی بہت تاکید فرماتے ہیں آپ کا ماننا ہے کہ صبر ایک ایسی چیز جو تمام کامیابیوں کی بنیاد ہے اور صبر ہی کے طفیل انسان اللہ کی رضاء پر راضی ہوتا ہے اور اس سے موافقت کرتا ہے اور اگر یہ صبر کی قوت نہ ہو تو اس تعفن زدہ ماحول میں بقا کرنا مشکل ہے اور اللہ سبحانہ و تعالی کی نعمتوں کا حصول صبر سے ہی وابستہ ہے اس لیے اللہ تعالی نے بھی قرآن مجید میں جابجا اسکی تاکید کی ہے مزید براں صبر اور فقر اللہ کے محبوب بندوں کا خاصہ ہے وہ اس طرح کہ جب انہیں کسی آزمائش میں مبتلا کیا جاتا ہے تو صبر کرتے ہیں اور اسی کی وجہ سے پھر انہیں سخت آزمائشوں اور تکلیفوں میں بھی نیکی کی توفیق ملتی رہتی ہے اور ہر نئی آنے والی مشکل ومصیبت پر صبر کرنے کی ہمت کی قوت میسر آتی رہتی ہے اور شکر کی خاصیت یہ ہے کہ یہ اللہ کی یاد سے غافل نہیں ہونے دیتی جس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ انسان کو مزید نعمتوں کا حصول ہوتا رہتا ہے۔

معرفت الٰہی

---

[28] فتوح الغیب، ص ۱۳۶

Futooh-ul-Ghaib, Pg 136

"میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں کہہ رہا ہوں : "اے اپنے دل میں اپنے پروردگار کے ساتھ اپنے نفس کو شریک کرنے والے! اور اپنے ظاہر میں اُس کی خلقت کو اُس کے ساتھ شریک کرنے والے! اور اپنے عمل میں اپنے ارادہ اور خواہش کو شریک کرنے والے! تو میرے پاس سے ہی ایک شخص بول اُٹھا کہ یہ کیسا کلام ہے اور اس کا مطلب کیا ہے؟ تو میں نے جواب دیا کہ یہ معرفت الٰہی کی ایک قسم ہے، کیونکہ خداوند تعالیٰ کی معرفت اور شناخت جبھی ہو سکتی ہے کہ اپنے نفس،خلقت اور ارادہ وغیرہ کو فنا کر دیا جائے۔"

گویا معرفت الٰہی کے حصول کے لیے جو چیز مقدم ہے ان میں اپنے نفس کو اللہ کا مطیع بنانا دنیا سے بے رغبتی اختیار کرنا، اللہ کی طرف لو لگانا اور اپنے ارادوں کو اللہ کے ارادے کی تحویل میں دینا ہے۔ یہی تزکیہ نفس ہے اور جب تک یہ امور سرانجام نہیں دیے جائیں گے بندہ معرفت الٰہی کے رمز سے آشنا نہیں ہو سکتا۔

دُعا کرنے کا حکم اور دُعا چھوڑنے سے ممانعت

"اے مومن ! یہ مت کہو کہ میں خدا تعالیٰ سے دعا نہیں کرتا اور اُس سے نہیں مانگتا، اگر وہ چیز میں اس سے مانگوں جو میری قسمت میں آچکی ہے، اگر میں اس سے مانگوں یا نہ مانگوں، بہر صورت مجھے پہنچ جائے گی ، اور اگر وہ چیز میری قسمت میں نہیں آئی تو وہ مجھے میرے مانگنے پر بھی نہ دے گا بلکہ تو اس سے دنیا و آخرت کی بہتری میں سے ہر وہ چیز مانگ جس کی تجھے خواہش اور ضرورت ہے۔ بشرطیکہ اُس چیز میں کوئی شرعی حرمت یا بگاڑ نہ ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو سوال کرنے کا حکم فرمایا ہے اور اُس کی ترغیب دی ہے۔"

خدا سے مغفرت طلب کرنا

"اے مومن ! اللہ تعالیٰ سے گذشتہ گناہوں کی بخشش اور آئندہ اور پہنچنے والے دنوں میں گناہوں سے بچاؤ اور حسن عبادت کی توفیق ، اور شرعی احکام کی فرماں برداری، اور منہیات سے باز رہنے اور تلخ تقدیر پر راضی رہنے ، اور سخت مصیبتوں پر صبر کرنے ، اور خدا تعالیٰ کے انعامات و عطیات کثیرہ پر شکر بجالانے کی توفیق کے سوا ہر گز کچھ نہ مانگ، اس کے بعد خاتمہ بالخیر کو پہنچنے اور انبیاء، صدیقین شہداء وصالحین کے ساتھ مل جانے کی طلب کر ، اور وہ بہترین ساتھی ہیں" ۔

مرید و مراد کے حالات اور مصائب پر صبر کرنا

"اے سالک ! تو ان دو حالات سے خالی نہیں، یا تو مرید ہے یا مراد۔اگر تو مرید ہے تو تجھ پر بوجھ ڈال دیا گیا ہے اور تو بار بردار ہے جو ہر سخت اور بھاری بوجھ کو اُٹھاتا ہے، کیونکہ تو طالب ہے اور طالب پر محنت و مشقت ڈال دی جاتی ہے، اسے ممکن و تکلیف برداشت کرنی پڑتی ہے ، اس وقت تک کہ اپنے مطلب کو پہنچ جائے اور اپنے محبوب پر فتح پالے، اور اپنا مقصد حاصل کرنے اور تجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے کہ تو اُس بلا و مصیبت سے بھاگ نکلے جو تیری جان، مال، گھر والوں اور اولاد پر نازل ہوئی ہے۔اس وقت تک کہ بوجھ تجھ پر سے اتار دیئے جائیں اور بھاری گھڑیاں تجھ سے دور کر دی جائیں اور تجھ سے دُکھ، درد اٹھا لیے جائیں، اور رنج و خوار یاں تجھ سے ہٹادی جائیں۔ پھر تو تمام رذالتوں ، میل کچیلوں ، ہستیوں ، بیماریوں، دردوں اور مخلوقات و کائنات کی محتاجی سے محفوظ کر دیا جائے گا، اور تو محبوبوں کے گروہ میں داخل کر دیا جائے گا جو ناز و نعمت میں رکھے گئے اور درگاہ الٰہی کے مطلوب و مراد ہیں

اور اگر تو مراد ہے تو اپنے اوپر بلا نازل ہونے میں بھی حق سبحانہ و تعالیٰ پر تہمت مت رکھ اور خدا تعالیٰ کے نزدیک قدرو منزلت میں شک مت کر، کیونکہ کبھی وہ تجھے اس لیے بلا میں گرفتار کرتا ہے کہ مردانِ راہِ خدا کے پہنچنے کے مقام پر پہنچا دے اور اولیائے اللہ اور ابدال کے مرتبوں تک تیرا مرتبہ بلند کر دے۔کیا تو پسند کرتا ہے کہ تیرا مرتبہ اُن کے مرتبے سے اور تیرا درجہ اُن کے

درجے سے نیچے گرا دیا جائے، اور تیرا لباس اور ایمان و معرفت کی روشنی اور انعامات اُن چیزوں سے کم ہو جو انہیں حاصل ہیں ، پس اگر تو ادنی اور حقیر پر راضی ہے تو حق سبحانہ و تعالی اس سے خوش نہیں۔"

یعنی ایک سالک کے لیے یہ ضروری امر ہے ہر دو پہلو سے مصائب وآلام پر صبر سے کام لے تاکہ اسکی تعمیر شخصیت اس نہج پر استوار ہو کہ محبت الہی، قربت الہی ، معرفت الہی اور رضائے الہی کے حصول کے لیے ہر آنے مشقتوں کو جھیل سکے۔

ہمہ وقت اپنی حالت اور تزکیہ نفس پر نظر رکھنا

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ایک سالک کی تربیت میں یہ باور کراتے ہیں ہمیشہ اپنی حالت اور تزکیہ نفس پر اپنی نظر مرکوز رکھے :

"عقل مند انسان پہلے اپنے نفس کی حالت اور اپنی جسمانی ترکیب پر نظر کرتا ہے، اُس کے بعد تمام مخلوقات اور ایجادات پر، پھر اس سے اُن چیزوں کے خالق اور از سر نو پیدا کرنے والے پر دلیل ڈھونڈتا ہے، کیونکہ بنی ہوئی چیز بنانے والے پر دلالت کرتی ہے، اور مضبوط مقدوارت کا وجود، دانا کام کرنے والے کی ہستی کا پتہ دیتی ہیں کیونکہ تمام چیزیں اُسی قادر و قیوم کی کاریگری سے موجود ہیں[29]"

گویا انسان کا اپنی حالت اور تزکیہ نفس پر نظر رکھنا سب چیزوں سے مقدم ہے پھر کائنات کی تمام چیزوں پر رب تعالی کی قدرت کی دلیل ڈھونڈنا عقل سے وحدانیت کا ثبوت ہے ایک سالک کو ہمیشہ اسی نہج پر ہونا چاہیے

تصوف کا منبع و مخزن

اور مقالہ نمبر ۷۵ میں فرماتے ہیں کہ تصوف کے منبع و مخزن کی بناء آٹھ خصلتوں پر رکھی گئی ہے :

" (۱) حضرت ابراہیم جیسی سخاوت(۲) حضرت اسحٰق " جیسا تقدیر پر راضی ہونا۔(۳) حضرت ایوب جیسا صبر - (۴) حضرت زکریا جیسا اشارہ یعنی ان کی طرح عاجز ہو کر خاموشی سے دعا کرنا اور اس کا قبول ہونا۔(۵) حضرت یحی جیسا وطن سے دور رہ کر درگاہ رب العزت میں گریہ وزاری کرنا (۶) حضرت موسی جیسا خرقہ پوش ہونا(۷) حضرت عیسی جیسا ہمیشہ سیاحت و گردش میں رہنا اور اپنا کوئی خاص ٹھکانا نہ بنانا،(۸) اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین جیسا فقر اور درویشی اختیار کرنا[30]"

مزید ایک سالک کو ترغیب و تلقین فرماتے ہوئے کہ تصوف کیسے حاصل ہوتا ہے ؟ارشاد فرماتے ہیں :

"تصوف محض صوفیوں اور تصوف کی گفتگو سے حاصل نہیں کیا جا سکتا بلکہ بھوک اور ریاضت نفس سے اور مالوف طبع اور نفس کی پسندیدہ چیزوں کو ترک کرنے سے حاصل کیا جاتا ہے"

اس طرح ایک شیخ کو سالک کے ساتھ کیسا پیش آنا چاہیے کے بارے میں لکھتے ہیں :

"اور فقیر محتاج کے ساتھ معاملہ کی ابتدا علم سے مت کر، (یعنی اس سے حقوق و احکام کی ادائیگی کا مطالبہ اور مواخذہ نہ کر) اور اس کے معاملہ کو نرمی اور مہربانی سے شروع کر، کیونکہ علم کے احکام کا مطالبہ اسے وحشت اور نفرت میں ڈالتا ہے، اور نرمی الفت و محبت لاتی ہے۔(یعنی جو شخص محتاج ہو کر فیض روحانی حاصل کرنے کے لیے آئے اُس پر احکام شرعیہ کی شدید پابندی نہیں ڈالنی چاہیے، بلکہ نرمی اختیار کرنی چاہیے، تاکہ محبت کے فیض سے مانوس ہو کر خود بخود شرعی احکام کا پابند ہو جائے"

---

[29] فتوح الغیب ص ۱۶۵

Futooh-ul-Ghaib, Pg 165

[30] فتوح الغیب ص ۱۶۷

Futooh-ul-Ghaib, Pg 127

اولیائے کرام اور مشائخ عظام سے ہمارے روبط بالعموم فقط دینی نسبت سے ہوتے ہیں اور ان کا ہم تعلقات قائم کرنا بھی اس غرض سے ہوتا ہے وہ ہمارے نفوس کا تزکیہ کرکے ہمیں شریعت طیبہ پر عمل کرنے والااور جنت میں جانے والامزید براں رضائے الٰہی کے حصول کے لائق بناسکیں بصورت دیگرانہیں ہم سے کیاغرض۔ لیکن معاصر اکثرارادت مندو موئدین اپنی نسبت ان نفوس قدسیہ سے جوڑکر جس بے راہ روی وبے حسی کا شکار ہورہے کسی سے مخفی نہیں ہے ان کے نام پر فقط جلوس نکالنا، فاتحہ خوانی کرنااور عرس وغیرہ کرکے یہ سوچنا کہ ہم ہزارہاں بدعات وخرافات اور معصیت کے دلدادہ ہونے کے باوجود ہماری ان سے نسبتوں میں کوئی فرق نہیں آئے گا یہ محض خیام خالی کے علاہ کچھ نہیں ہے جبکہ اصل کام احکامات دین پر عمل کرنے اوراس پر مداومت اختیار کرنے اوراس کی حفاظت کرنے میں ہے اور شیخ عبدالقادر جیلانی کا یہی طرہ امتیاز تھااس طرح شیخ کے نزدیک شیخ کامل کا یہ وصف ہوناچاہیے کہ جب کوئی راہ سلوک وتصوف کامبتدی اس کے پاس آئے تواسے تعلیم دینے میں آسان سے مشکل کی طرف لے جایاجائے تاکہ اس کی رغبت قائم رہے اور مزید روحانی طلب کااشتیاق باقی رہے اور وہ آہستہ آہستہ ان منازل کی طرف گامزن رہے اس پر اتنابوجھ نہیں ڈالناچاہیے کہ وہ احکامات شرعیہ سے توحش و متنفر ہونے لگے بلکہ اس کے ساتھ نرمی برتی جائے تاکہ دین پر چلنااس کے لیے آسان بن جائے اور معرفت الٰہی کے رمز سے آشنا ہو کر رضائے الٰہی کے حصول کے قابل بن سکے جو مقصود زندگانی ہے۔

شریعت کی اتباع، حقوق العباد کی ادائیگی اور فقرودرویشی کی حقیقت: کے متعلق وصیت کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

”میں تم کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے ، اور اُس کی فرماں برداری کرنے اور شریعت کے ظاہری احکام پر قائم رہنے، اور سینہ کو حسد و کینہ وغیرہ سے سلامت رکھنے اور نفس کی جواں مردی اور چہرہ کی کشادگی اور عطیات خرچ کرنے اور مخلوق کو تکلیف دینے سے باز رہنے اور مخلوق کی تکلیف اور درویشی برداشت کرنے ، اور بوڑھوں کی عزت و حرمت کی نگہبانی اور بھائیوں کے ساتھ حسن سلوک، اور چھوٹوں کو نصیحت کرنے اور دوستوں کے ساتھ جھگڑا چھوڑ دینے ، اور ہمیشہ ایثار کرتے رہنے اور مال جمع کرنے سے علیحدہ رہنے، اور جو شخص سالکانِ طریقت کے گروہ میں سے نہیں ہے، اس کی صحبت ترک کرنے اور دنیا و دنیا کے جائز معاملات میں مسلمانوں کی مدد کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔اور فقر (درویشی) کی حقیقت یہ کہ تو اپنے جیسے آدمی کا محتاج نہ بن جائے ، اور تو نگری کی حقیقت یہ ہے کہ تو اپنے جیسے آدمی سے بے نیاز ہو جائے۔"

گویاشریعت طیبہ پر عمل پیراہونے سے انسان ہر طرح کے نشیب وفراز اور خطرات سے محفوظ ہو کر سلامتی کے ساتھ منزل عبدیت کے مقصود تک جاسکتاہے اور یہی وہ جوہر ہے جو قرب الٰہی اور رضائے الٰہی کے طالب کو اپنی منزل مقصود سے ہمکنار کرتاہے جبکہ فی زمانہ اس کا عکس باالکل برعکس نظر آتا ہے آج کے فرضی صوفیاءاس زعم باطل میں متخیل ہیں کہ ہماری بلاواسطہ رسائی اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے ہے اس لیے شریعت کی اتباع ہم سے ساقط ہوگئی ہے اور العیاذ باللہ ایسی ایسی خرافات میں محو ہوچکے ہیں جسکی وجہ سے اتباع شریعت کی اہمیت ان کی نظروں میں وقعت کی حامل نہیں رہی جبکہ صوفیاء کے امام سے ملقب کیاجاتاہے یعنی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃاللہ علیہ یہ کہہ رہے ہیں کہ شریعت کی پابندی کولازم پکڑو پھر وہ کس تصوف کے نام لیواہیں ؟ ظاہری بات ہے یہ حقیقی تصوف سے ہی گم گشتہ ہیں اور خود ساختہ تصوف کو اپنا کسب معاش بناچکے ہے جس کا اسلام کی تعلیمات سے دور تک کاواسطہ بھی نہیں ہے۔

ہر حال میں اللہ کے ذکر کو قائم کرنااور آخرت کی تیاری میں لگے رہنا:

”اے میرے دوست! تجھے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہنا چاہیے، کیونکہ خدا تعالیٰ کا ذکر تمام نیکیوں کا جامع ہے، (اور تمام نیکیاں اس میں شامل ہیں) اور تجھے اللہ تعالیٰ کی رسی(یعنی دین، عہد اور دامن و پناہ) کو مضبوط پکڑنا چاہیے۔کیونکہ وہ تمام نقصانات کو دور کرنے والا ہے۔اور تجھے قضا و قدر کے مواقعات کے پیش آنے کے لیے تیار رہنا چاہیے، کیونکہ وہ واقع ہونے والے ہیں، (اور اس سے غافل رہنا اور بھاگنا مفید نہیں ہوتا) اور جان لے کہ تو قیامت کے دن اپنے حرکات و سکنات کے متعلق پوچھا جانے والا ہے، اور اس چیز میں مصروف ہو، جو وقت و حال کے مناسب اور بہتر ہو، اور اپنے آپ کو اعضا و جوارح کے فضول کاموں سے بچائے رکھ، اور تجھے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ اور اُس کے مقرر کردہ حکمران کی فرماں برداری کرنی چاہیے۔"

ذکر الٰہی میں وہ لذت و حلاوت ہے جس سے اللہ رب العزت انسان کو جنت میں بھی محروم نہیں کرے گا۔ذکر الٰہی تقریبا کبھی نہ کبھی تھوڑابہت ہر مسلمان کرتا بھی ہے اور مزید کرنا بھی چاہیے لیکن مستند اذکار اور ان اذکار کے اوقات، وظائف و اذکار کی ادائیگی کے درست طریقے سے لاعلمی کی بنیاد پر ان اذکار کی اصل چاشنی سے محروم ہیں۔اس وقت امت کی اکثریت من گھڑت وظائف و اذکار میں بری طرح گرفتار ہے جعلی عاملوں اورفرضی صوفیوں کی کارستانیوں کا بازار گرم ہے آج کے پر فتن دور کے اندرذکر کی اہمیت وافادیت کا جاننا اور پھر اسے حاصل کرنا ہر مسلمان کی ضرورت ہے۔ہر مسلمان کا یہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ سب سے بہترین ذکر ، سب سے بہترین وظیفہ، سب سے بہترین دم، سب سے بہترین دُرود اور سب سے بہترین دُعا وہ ہے، جسکی آپ ﷺ نے ہمیں تعلیم دی ہے راہ تصوف وسلوک کے طالب کے لیے یہ لازم ٹھہرتا ہے وہ ہمہ وقت اور ہمہ تن گوش ذکر الہی میں خود کو مشغول رکھے کیونکہ یہ تمام نیکیوں کا جامع ہے۔

فتوح الغیب کے مباحثِ تصوف کا جائزہ

فتوح الغیب کی روشنی میں درج بالا مقالہ میں بیان کیے گیے نکات جب ہم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃاللہ علیہ کے مباحث تصوف پر نظرڈالتے ہیں تو نہ صرف تصوف کی حقیقی تصویر سمجھنے میں کوئی دُشواری ودِقّت نہیں رہتی بلکہ دورحاضر کے نام نہادصوفی کے اخلاق و کردار کے راستوں کا تعین بھی ہوجاتاہے اورعامۃالناس کیلئے بھی حقیقی اور فرضی صوفی کی شناخت کرنے میں حائل دشواریوں کےانسداد کاسامان بھی میسر آتاہے مزید براں شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃاللہ علیہ کے علمی و عملی کمالات کا فہم حاصل کرنے کے بعد تصوف کے خدوخال کاجوخاکہ واضح ہوتاہے کہ امت محمدیہ ﷺ کی روحانی آبیاری کی بیداری کے لیے آج کے صوفی کو کن صفات سے متصف ہوناچاہیے فتوح الغیب کے مباحثِ تصوف ان باتوں کااعادہ کیے ہوئے ہیں۔

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃاللہ علیہ کافتوح الغیب میں مباحثِ تصوف کے توسط سے حقیقتاایک سالک کواسکے مقصد تخلیق سے جوڑتے ہیں اور وہ مقصد تخلیق "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ"۔[31] "اور میں نے جن اور انسان کواسی واسطے پیدا کیاہے کہ میری عبادت کیا کریں" کتنے حسین اور واجبی مطالبہ الٰہیہ سے سالک کی تربیت کانصاب واضح کرتے ہیں اور اس مطالبہ کی تکمیل کے لیے طالب حق کو "یعبدون" سے "لیعرفون"کی منزل تک کا حقیقی راستہ بتاتے ہیں کہ عبادت و استعانت سے "معرفت" کی جانب قدم کیسے بڑھائیں، معرفتِ الٰہی چونکہ ایک سالک اور بندہ مؤمن کے لیے سب سے بڑی کامیابی کا ثمر ہوتی ہےاس لیے اسے "اسوۂ محمدیؐ" پر چلنے اور سوزِ عشق نبی ﷺ سے لبریز ہونے کی ترغیب دیتے ہیں اور" مَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا"[32] "جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے گا سو وہ بڑی کامیابی کو پہنچے گا"پر چلنے کی پرزور تاکید کرتے ہیں اور پھر "كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ" اور(عمل میں)سچوں کے ساتھ رہو " کاپوراپورا کرداری تعین بتاتے ہیں۔

اگر بنظر عمیق دیکھا جائے تو یہی صوفیائے کرام ،اولیاء اور اتقیاء کے مطابق "معرفتِ ربانی وقرب الہی" اور حقیقی تعلیمات تصوف کی فیوض وبرکات کے حصولِ منفعت کا مسنون دستور ہےاور پھر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃاللہ علیہ فتوح الغیب میں سلوک وتصوف کے ضمن میں اراتمند کی آبیاری کاایسا حسین نمونہ عمل کا سانچہ تشکیل دیتے ہیں کہ بندہ مومن "قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" [33] "آپ فرمادیجئیے کے بالیقین میری نمازاور میری ساری عبادت اور میرا جینااور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے جو مالک ہے سارے جہان کا" کاعکس اور کامل سپردگی رب العالمین

---

[31] القرآن ۵۱:۵۶

Al-Quran 51: 56

[32]القرآن ۷۱:۳۳

Al-Quran 33: 71

[33]القرآن ۱۶۲:۶

.Al-Quran 6: 162

کانمونہ عمل بن سکتا ہے اور آیت کی روح" وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا "[34] "اور اپنے رب کا نام یاد کرتے رہو اور سب سے قطع کر کے اسی کی طرف متوجہ رہو" کی روشنی میں ہمہ وقت ذکر الٰہی کا شائق اور محض اللہ تعالیٰ کے استحضار کا متلاشی ہو سکتا ہے مزید آیت مبارکہ "وَ مَا اُمِرُوْا اِلَّا لِيَعْبُدُوْا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ"[35] "اوران لوگوں کو تو یہی حکم ہوا کہ خالص اللہ کی عبادت کریں" میں کامل اخلاص کا پیکرِ مجسم بننے میں کمالِ انتہا کو پہنچ سکتا ہے۔

رب تعالیٰ کے حضور کامل سپردگی اور اخلاص فی العمل ایسی جہتیں ہیں جس سے کمال بندگی کی اعلیٰ قدر متعین ہوتی ہے اور یہی رفعت فتوح الغیب میں شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃاللہ علیہ ایک سالک یا راہ طریقت کے مسافر میں ثبت کرنے پر زور دیتے ہیں اور یہی وہ روحانی اوصاف حمیدہ، اخلاق کریمانہ و اطوار پسندیدہ جو ہمیں خیر القرون کے دور میں صاف نظر آتے ہیں۔

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃاللہ علیہ کا فتوح الغیب کے مباحث تصوف کا طائرانہ جائزہ لیا جائے تو سالک کی تربیت اور تصوف کی ترویج واشاعت میں انکا جو مقصد اول نظر آتا ہے وہ ہے مخلوق خدا کا رب العالمین سے رشتہ جوڑنا اور تعلق باللہ میں استحکام پیدا کرنا اور دوسرا مقصد اصلاح معاشرہ میں فرد کی تعلیم و تربیت میں اسے خداشناس بنانا تھا۔مزید جن امور سے اس میں تنوع اور توسع حاصل ہوتا ہے وہ تزکیۂ نفس، تصفیہ قلب ، تجلیۂ روح اور ذکر و فکر پر زور دینا تھا تاکہ تقوی و پرہیز گاری، خداشناسی و خداترسی، تعمیر فکر و تطہیر فکر اور تعمیر اخلاص و تطہیر اخلاق کو فروغ دیا جائے جس کی وجہ سے اسلامی اقداری قدروں کی بازیافت ہو کر اللہ پرستی کی فضا قائم ہو اور یہ سب کچھ کرنے میں انکا مصدر و ماخذ اور موئید صرف قرآن وسنت ہی تھا۔

ملخص

فتوح الغیب میں شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃاللہ علیہ کے مباحث تصوف کے تفصیلی جائزہ کے بعد اس کا ملخص اخذ کریں تو انہیں تشکیلی عناصر کے عنوان اور یہ وہ عناصر ہیں جو وہ قرب الٰہی و رضائے الٰہی کے طالب و سالک سے وہ تقاضا بھی کرتے ہیں سے درج ذیل نکات میں سمویا جاسکتا ہے :-

1۔ تعلق باللہ: یہ دراصل عبد اور معبود کے درمیان ربط وارتباط کا مظہر و آئینہ دار اور یہ آئینہ داری محض "راضی بہ رضا" اور "رب تعالیٰ کی مرضی" ہی کے تابع ہے۔

2۔ اخلاصِ عمل: یعنی انسان کا کوئی بھی عمل اخلاص سے خالی نہ ہو مزید بے لوث ہونے کے ساتھ ساتھ، خشوع و خضوع اور خشیت اور تضرع کے ساتھ یہ عمل پایہ تکمیل کو پہنچے اور ہمہ وقت استحضار ربانی میں رہا جائے

3۔ تزکیۂ نفس: یہ اسلامی تعلیمات کا مطلوب اور راہ تصوف کا بنیادی و دستوری ڈھانچہ ہے ، نفس کی پاکیزگی ، نفس کی تطہیر اور نفس کی اِصابت یعنی نفس کی درستی کے بغیر نہ تو عمل میں اخلاصِ پیدا ہو سکتا ہے اور نہ ہی رضائے الٰہی وقرب الٰہی کا مقصود حاصل ہو سکتا ہے۔

4۔ تطہیر اخلاق: اخلاق کی تحصیل و تطہیر کا مقصد تخلیق انسانی کی تکمیل شمار ہوتا ہے اسی کی حالت تحسین کے حصول کو شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃاللہ علیہ تعلیمات تصوف کے زمرے میں ضروری قرار دیتے ہیں۔

5۔ تصفیۂ قلب: کا مطلب ہے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کی ہمہ وقت یکسوئی رہے اور دل کے دروازے پر اس طرح پہرہ لگا دینا کہ اس میں احکامات ربانی کے علاوہ کسی اور چیز کا دخول ممکن نہ رہے اور اوامر و نواہی الہیہ کی پابندی واطاعت مزاجِ نفس ٹھہر جائے

6۔ اور اپنے ارادوں، اغراض وحاجات کو فعلِ خداوندی واحکام خداوندی کے تابع کرنا ایک سالک و بندہ مومن کا کماحقہ شعار ہونا چاہیے۔

---

[34] القرآن ۸:۷۳

Al-Quran 73: 8

[35] القرآن ۹۸: ۵

Al-Quran 98: 5

7۔مزید براں شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃاللہ علیہ عجز و اخلاص پر مداومت اختیار کرنے، فقراء کے ساتھ عاجزی و فروتنی کے ساتھ مصاحبت کرنے، کسی انسان کے حق کو ضائع نہ کرنے اور حقوق العباد کی احسن طریق پر ادائیگی کرنے پر زور دیتے ہیں کیوں کہ یہی چیز قرب الٰہی کے اسباب میں سے ایک سبب ہے جس سے اخلاق میں وسعت اور اعمال میں افضیلت پیدا ہوتی ہے۔

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ائمہ اسلام میں سے ہیں جو اپنے دور کے مسلم علما و فضلاء کے سردار تھے اور اسی طرح ان کی بہت سی دینی خدمات ہیں۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اپنے دور میں سب سے زیادہ شریعت اسلامیہ کا التزام کرنے والوں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والوں میں شامل ہوتے ہیں۔ وہ شریعت اسلامیہ کو ہر چیز پر مقدم رکھتے اور زہد و علم میں ید طولی رکھتے تھے اور عظیم واعظ اور خطیب تھے۔ ان کی مجلس میں بہت سے لوگ اپنے گناہوں سے توبہ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ذکر کرنے میں ایک جمال عطا کیا تھا اور لوگوں کے درمیان ان کا فضل پھیلایا۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمت برسائے۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ متبع دین تھے نہ کہ مبتدع۔ وہ دین میں بدعات کی ایجاد کے مخالف تھے اور وہ سلف صالحین کے منہج اور طریقے پر چلتے اور اپنی تصانیف میں سلف کی اتباع کرنے پر ابھارتے اور ان کی اتباع کا حکم دیتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ دین میں بدعات کی ایجاد سے منع کرتے تھے۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اہل حق کی موافقت کرتے، ان کا عقیدہ اور مسائل توحید اور ایمان اور نبوت اور یوم آخرت کے بارہ میں مکمل منہج، اہل حق کا منہج تھا۔

اب تک کی گئی بحث سے یہ بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃاللہ علیہ خارجی رسوم تصوف کے برعکس داخلی تربیت و اصلاح باطن اور پابندی شریعت پر بہت زیادہ زور دیتے ہیں تاکہ نفوس انسانی کا تزکیہ حقیقی طور پر بطریق اسوہ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سرانجام پا سکے جس کے طفیل ایک مسلمان یا راہ حق کا طالب اس قابل بن جائے کہ معرفت ربانی حاصل کر سکے اور رضائے الٰہی کا حصول اس کے لیے ممکن بن جائے مگر حیف صد حیف عصر حاضر میں جو تصوف مروج ہو چکا ہے اکثر مراکز تصوف کا یہ عالم ہے وہاں داخلی تربیت و تطہیر باطن، اصلاح و تقویٰ پر نگاہ مرتکز کرنے کے بجائے خارجی رنگا رنگی، خود کو صرف فاتحہ خوانی، ہر سال عرس وغیرہ کے اہتمام کے ساتھ معلق کر دینے پر تمام تر قوت صرف کی جارہی ہے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃاللہ علیہ سے نسبت کے نام پر محض چند ظاہر داری مراسم کی حد تک خود کو متصل کرنے کا جو وطیرہ عمل میں آیا ہے وہ آپ رحمۃاللہ علیہ کی تعلیمات اور ارشادات سے مطابقت رکھنے سے کوسوں دور ہے تصوف میں جہاں آپ رحمۃاللہ علیہ کا مدعا و منشا، مقصود و رجحان کیا تھا؟ اور آپ اپنے موئدین و مریدین و مسترشدین کی تعلق باللہ کے قیام و استحکام میں کیسی تربیت و اصلاح کرتے تھے ان امور کی تفہیم کے لیے فتوح الغیب بنیادی و کلیدی حثیت کی حامل ہے جس سے پہلو تہی کرنا کسی مدعی تصوف، صوفی اور شیخ طریقت کے لیے کسی طور پر روا معلوم نہیں ہوتا۔

مزید براں اس کتاب کو نہایت سہل اور سادہ اسلوب پر مرتب کیا گیا ہے اور عمومی کتب کی طرح بات سے بات پیدا کرنے کی روش کو اس کتاب میں جگہ نہیں دی گئی بلکہ اکثر باتیں فقہا، متکلمین اور صوفیہ کرام کے متفق علیہ ہیں جس کی بنیادی وجہ یہ کہ اس میں کہی گئی باتوں کو قرآن و سنت کی روشنی میں مزین کیا گیا ہے اس طرح اس کتاب کا ایک امتیازی وصف یہ بھی ہے کہ اس کا مطالعہ کرنے سے قاری کے اندر ایک روحانی طلب بیدار ہوتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ روحانیت کے اس چشمہ صافی سے بھی آگاہی ہوتی ہے جو قرآن و سنت کا جوہر ہے اور جس کو مرور ایام صوفی نما صوفیوں، پیروں فقیروں، ملمع ساز مستصوفین طریقت کے دعوے داروں کی سعی نامقبول نے مکدر کرنے کی تا بمقدور کوشش روا رکھی ہوئی ہے

چنانچہ ان منور و معطر تعلیمات کی بجا آوری کی ترویج و اشاعت کے طفیل نہ صرف دُنیائے ولایت و تصوف میں بلکہ دنیائے علم و فکر اور دانش کے میدان میں بھی آپؒ کی شخصیت مُسلّمہ ٹھہر چکی ہے، لہٰذا جہاں شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃاللہ علیہ کی کرامات و کمالاتِ باطنیّہ کے ذکر کا اہتمام ہو وہاں آپ کے کمالاتِ علمی اور ان کا جوہر مقصود بھی بیان ہو تا کہ آپ رحمۃاللہ علیہ کے ارادت مندوں اور عقیدت مندوں میں اپنے شیخ کی فکر کا منہج و طریق واضح ہو، اور وہ اپنے شیخ کے اذواق و اشواق و معمولات کے مطابق اپنی زندگی کے قالب میں ڈھلنے کو پروان چڑھائیں اور واقعتاً اگر اس میں ہم صادق ہیں تو ہمارے لیے یہ ضروری امر معلوم ہوتا ہے کہ جہاں ہم آپ رحمۃاللہ علیہ کے چشمہ صافی سے روحانیت کی پیاس بجھاتے ہیں وہاں ہمارے لیے یہ بھی لازمی ہے کہ جس طرح انہوں نے

اللہ تعالیٰ کے دین مبین کے صاف وشفاف اور معطر و پاکیزہ علم کی محافظت کی آبیاری کا فرئضہ سرانجام دیا اس علم کی بعین ہی اس طرح حفاظت کے ساتھ اس سے اپنی آبیاری کو یقینی بنائیں۔

CC BY NC SA This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)